هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ اگست ۱۹۶۷ء
۱۸ جمادی الاول ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں بکثرت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ترجمہ) تو پاک ہے۔ اے اللہ ہمارے پروردگار، اور تیری ہی تعریف ہے، اے اللہ مجھے بخش دے (بخاری و مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا)

وَعَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ "سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ"، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے (نوافل کے) رکوع اور سجدوں میں سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح" پڑھا کرتے تھے (مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کا اپنے رب سے قریب ترین ہونا اس وقت ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہو، اس لئے (سجدہ میں) دعا زیادہ کیا کرو (مسلم)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ"، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: "ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَى"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، قَالَ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہارے بہترین اعمال سے آگاہ نہ کروں۔ جو بہت پاکیزہ ہیں تمہارے خدا کے نزدیک، اور تمہارے درجات میں بہت بلند اعمال ہیں۔ اور تمہارے لئے سونا اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر ہیں۔ اور تمہارے لئے اس چیز سے بہتر ہیں۔ کہ تم اپنے دشمنوں سے ملاقات کرو، پھر تم ان کی گردنوں کو مارو، اور وہ تمہاری گردنوں کو ماریں صحابہؓ نے عرض کیا کہ ضرور (فرمایا) رسول اللہ بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ترمذی امام حاکم ابوعبداللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ف:۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الاذکار" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ فضیلت ذکر "سبحان اللہ" اللہ پاک ہے۔ الحمدللہ (سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں)، لا الہ الا اللہ" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)" "اللہ اکبر" اللہ بہت بڑا ہے۔ وغیرہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل پیرا ہونے والا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ اور دوسر علمائے کرام سے بھی یہی چیز منقول ہے۔ اور امام عطارؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔ کہ مجالس ذکر وہ حلال اور حرام کی مجلسیں ہیں۔ کہ کسی طرح سے بیع وشرا کریں۔ اور کیسے نماز، روزہ، اور حج ادا کریں۔ اور نکاح اور طلاق کیسے دیں۔ واللہ اعلم

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى - أَوْ حَصًى تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ: "أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هٰذَا - أَوْ أَفْضَلُ" فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عورت کے پاس گئے۔ اور اس کے سامنے کھجوروں کی گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ ان کو شمار کرکے تسبیح پڑھ رہی تھی آپ نے فرمایا، کیا میں تجھ وہ چیز نہ بتلاؤں جو تجھ پر اس سے آسان یا افضل ہو اور وہ یہ ہے (ترجمہ) یعنی اللہ کی پاکی ہے۔ اس چیز کی تعداد کے مطابق جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ اور پاکی ہے اس چیز کے موافق جس کا وہ (ازل سے ابد تک) پیدا کرنے والا ہے، اور لفظ "اللہ اکبر" کو بھی (ان کلمات کے ساتھ ملا کر) اسی طرح پڑھو، اور "الحمدللہ" کو بھی اسی طرح، اور "لا الہ الا اللہ" کو بھی اسی طرح، اور "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کو بھی ایسے ہی پڑھنا چاہیئے (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا حدیث حسن ہے

ف:۔ بعض روایات میں آیا ہے، کہ وہ عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں میں سے تھی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا یا اور کوئی، اور تسبیح اس طرح کی جواب متعارف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی بعض گٹھلیوں یا سنگریزوں پر پڑھتے تھے۔ اور بعض ڈورے میں گرہیں دئیے جاتے تھے۔ لیکن یہ حدیث تسبیح کے جواز کے لئے اصل ہے۔ بسبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنے کے، کیونکہ یہ تسبیح اسی کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ پروئے ہوئے دانوں اور غیر پروئے ہوئے دانوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے

(باقی صفحہ ۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۱۸ رجمادی الاوّل ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۵ راگست ۱۹۶۷ء | شمارہ ۱۶

عرب ممالک کا مؤقف

حق و انصاف پر مبنی ہے

امریکہ اور برطانیہ اقوام متحدہ کے ممتاز رکن، سرپرست اور امن عالم کے دعوے دار ہی نہیں بلکہ بزعم خویش قیام امن و جمہوریت کے محافظ بھی ہیں۔ لیکن بباطن ان کا کردار آج تک اقوام متحدہ کو سامراجی مفادات کا آلۂ کار بنانے اور قیام امن کے دعووں کی آڑ میں مشرقی ممالک پر اپنا سیاسی اقتدار انتداب قائم کرنے تک محدود رہا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کے موجودہ بحران کے ذمہ دار یہی سامراجی ملک ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس بحران کو پیدا کرنے والے اسے انصاف و اخلاق کے اصولوں پر ختم کرنے کا بھی براہ راست اقدام کرتے۔ لیکن دماغ سازشوں کے جال بُننے اور دل فساد و ظلم برپا کرنے پر تُلے ہوتے ہوں تو پھر لگائی ہوئی آگ کو بجھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل کی جارحیت نے جو المناک نتائج پیدا کئے ہیں ان پر سامراجی طاقتیں اب تک خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہیں۔ اگر یہ طاقتیں واقعی امن پسند اور انسان دوست ہوتیں تو اوّل تو اسرائیل کو جارحانہ اقدام کرنے ہی نہ دیتیں۔ اور اگر ان کی شہ پر اسرائیل انسانیت کش جارحیت کا ارتکاب کر ہی بیٹھا تھا تو اس کے نتائج کو سمیٹنے اور امن و امان کو بحال کرنے کے لئے فوری اور مؤثر عملی قدم اٹھاتیں اور عربوں کے جانی و مالی نقصانات کی تلافی کے ساتھ جارح کا ہاتھ کچھ اس طرح مروڑتیں کہ کم از کم ان کی جگ ہنسائی تو نہ ہوتی۔ مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ سامراجی طاقتوں کو سانپ سونگھ گیا ہے اور اگر اُن کے حلق سے آواز نکلتی بھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جارح کے تمام حقوق مجروح ماننے پر مجبور ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انصاف پسند دنیا اس صریح ظلم و بے انصافی کی ہمنوا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ظلم و بے انصافی کے تدارک اور مظلوموں کی تلافی کی خاطر آواز مسلسل اٹھ رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ آواز بلند کرنے والے ممالک سامراجی حکومتوں کے مقابلے میں بہت ہی کمزور ہیں۔ احتجاج کرنے والے غیر اسلامی ممالک میں یوگوسلاویہ کے صدر مارشل ٹیٹو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے حال ہی میں مشرقِ وسطیٰ کے حالات کا جائزہ لینے کی خاطر عرب ممالک کا دورہ کیا۔ موصوف نے واشگاف الفاظ میں موجودہ صورتِ حال کی ذمہ داری اسرائیلی جارحیت پر عائد کی ہے — انہوں نے مشترکہ اعلامیے میں اس بات پر زور دیا ہے کہ عرب ممالک پر اسرائیلی جارحیت کے ناگوار اثرات کا جلد از جلد زائل کرنا ازبس ضروری ہے۔ صدر ناصر نے یہ بات بھی یوگوسلاوی صدر کو ذہن نشین کرا دی ہے کہ مشرقِ وسطیٰ کے بحران کا پُرامن حل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسرائیل مقبوضہ عرب علاقے خالی کر دے۔

صدر ناصر کا یہ مطالبہ سو فیصد حق و انصاف پر مبنی ہے۔ عرب ممالک کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ اسرائیل کو نہر سویز اور خلیج عقبہ کے استعمال کی اجازت دیں نہ یہ کہ عرب ملک اسرائیل کے خلاف جنگ کی حالت ختم کر دیں — اگر عرب ممالک ان نکات کو قبول کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جارحیت کے مرتکب کو اپنی جارحیت کا فائدہ اٹھانے کا مستقل حق حاصل ہو گیا ہے۔ یہ نہ صرف عربوں کے مؤقف کے بالکل برعکس ہے بلکہ ان کی اجتماعی موت کے وارنٹ کے مترادف بھی ہے۔ اس لئے اگر عرب ممالک نے صدر ٹیٹو کے کسی ایسے فارمولے کو مسترد بھی کر دیا تو اس پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم پُر امید ہیں کہ اسلامی ممالک ہوں یا غیر اسلامی ممالک اپنے حقوق کے معاملے میں کسی مداہنت سے کام نہیں لیں گے اور عربوں کا متوقع اتحاد انشاء اللہ بہت جلد انہیں کامیابی و کامرانی کی منزل سے ہمکنار کر دے گا۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام ممالک عربیہ اور اسلامی ممالک کو اتحاد و اتفاق کی مضبوط اور ناقابلِ شکست رسی میں منسلک کر دے آمین!

افسوسناک حادثہ

ہفت روزہ "لولاک" لائل پور اور ہفت روزہ "المنبر" لائل پور کے گزشتہ ہفتے کے شماروں کو دیکھنے سے پتہ چلا ہے۔ کہ لائل پور کی ضلعی انتظامیہ نے پیپلز کالونی لائل پور میں جامع مسجد کی تعمیر کے لئے مخصوص کردہ پلاٹ میں عوام کی بنائی ہوئی مسجد کو "ناجائز تجاوز" قرار دے کر شہید کر دیا ہے۔ اور اس کی جگہ کھیل کا گراونڈ بنانے کی تجویز پر غور ہو رہا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ہمیں یہ خبر اپنی آنکھوں سے پڑھنے

(باقی صـ۱۲ پر)

مجلسِ ذکر

۳ر جمادی الاول ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۰ر اگست ۱۹۶۷ء

ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:- فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ترجمہ۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ پس جب فارغ ہو تو کھڑا ہو جا اور طرف اپنے رب کے پس رغبت کر۔

بزرگان محترم! یہ آیتیں سورۃ الم نشرح کی ہیں جس کا خلاصہ اور سبق یہ ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کریں، اُس کا شکر ادا کریں۔ مشکل میں ہمت نہ ہاریں۔ اللہ کی عبادت محنت سے کریں۔ اور اسی سے لَو لگائیں۔ وہ ہر مشکل کو آسان کر دے گا۔ مذکورہ آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ کہ ہر مشکل کے ساتھ دو آسانیاں لگی ہوئی ہیں اور اب آپ کی دنیاوی مشکلیں بھی آسان ہونے والی ہیں۔ اب آپ کا کام یہ ہے کہ جب اپنے کام سے فراغت حاصل ہو تو اللہ کی عبادت کے لئے کمربستہ ہو کر ڈٹ جائیں۔ اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اللہ سے دل لگائیں۔

محترم حضرات! ہر شخص کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد و حساب ہیں۔ اور اگر انسان ساری زندگی بھی اُن کا شکر ادا کرتا رہے تو کم ہے یہ انسان کے بس کی بات ہی نہیں کہ وہ حق تعالیٰ کا شکریہ کما حقہ ادا کر سکے۔ ہاں اپنی بساط کے مطابق زیادہ سے زیادہ اس کی حمد و ثناء بیان کرتے رہنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو یادِ الٰہی سے کسی لمحہ غافل نہ رہنا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری حالت مختلف ہو گئی ہے۔ ہم پر ہر گھڑی غفلت طاری رہتی ہے۔ ہمارے دن اور ہماری راتیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزرتی ہیں، شریعت کی مخالفت کو ہم نے شعار بنا رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مسلمان آج دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ یاد رکھیے! جب تک آپ اپنے آپ کو درست نہیں کریں گے۔ آپ کتاب و سنت کی پیروی کو حرزِ جان نہیں بنائیں گے اور اپنی حالت آپ بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ سنت اللہ یہی ہے۔ کہ وہ بھی اپنی نصرت و رحمت کا ہاتھ کھینچ لے گا۔ اور آپ اگر اس کی چوکھٹ پر سر رگڑیں گے، اُس کی عبادت کو شعار بنائیں گے اس کے رسول کے فرامین کو بسر و چشم بجا لائیں گے اور شریعت کی تابعداری اختیار کریں گے۔ تو وہ انشاء اللہ آپ کو سربلند و سرفراز کر دے گا آپ کے دُکھ سکھوں میں تبدیل ہو جائیں گے آپ کی مشکلیں آسان ہو جائینگی اور آپ کی مصیبتیں راحتوں میں بدل جائیں گی۔

ویسے بھی مصیبتیں ایک مسلمان کے لئے کفارہ گناہ یا بلندی درجات کا سبب بنتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ اللہ کی رضا پر راضی رہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلتا رہے۔ اور شریعت حقہ کی پیروی کرے۔ چنانچہ امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ بوقت مصیبت حق تعالیٰ کی رحمت سے زوال مصیبت کا انتظار ایک عبادت ہے اور جو شخص تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اُس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائیں گے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کی دعا مانگو۔ حق تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے اور افضل عبادت (بعد فرائض) یہ ہے کہ آدمی (مصیبت کے وقت) زوال مصیبت اور فراخیٔ عیش کا منتظر رہے۔

غرض یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ صبر واقعی ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس کے ذریعے مصائب دنیا راحت و آرام سے بدل جاتے ہیں۔ اور جیسے صبر جیسی نعمت میسر آ جائے وہ دنیا و آخرت ہر دو میں بلندی درجات سے مالامال ہو گا۔ حاصل یہ ہے۔ کہ ہر مسلمان کو صبر کا خوگر ہونا چاہیے، ہر حال میں اللہ کا شکر اور اُسی کا ذکر کرنا چاہیے اور مصیبت کے اوقات میں حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے زوال مصیبت کا منتظر رہنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کرے گا۔ تو اس کا ہر لمحہ عبادت میں گزریگا اور عنداللہ اُس کا درجہ بلند ہوتا

(باقی صـ۱۶)

یگانۂ روزگار اور معجز بیان خطیب

مجاہد الحسینی

سر پر دودھ سے دُھلے ہوئے سفید گنگریالے بالوں کا تاج ایک عظمت و وقار کا آئینہ دار ستاروں کی طرح چمکتی دمکتی پیشانی پر سلوٹیں جیسے کہکشاں! کلیوں کی طرح مسکراتے ہونٹ جن کی جنبش کے لئے ہزاروں دل مضطرب!

پاک و ہند میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عظیم داعی جس نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سچے اسلام کی روح پھونکی اور بے شمار لوگوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نورِ اسلام کی ضوفشانیوں سے مستنیر کیا۔

اقلیمِ خطابت کے فرمانروا، جس کے جوشِ خطابت کے آگے پہاڑوں کے دل دہل گئے اور ان کے پتے پانی ہو گئے جس کی ادنیٰ للکار نے کئی تحریکات کو جنم دیا —— یا ان محاسن و اوصاف سے متصف —— یہ ہیں:

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری"

آپ خطاب عام کے لئے کھڑے ہوئے۔ مجمع گوش بر آواز فضا میں لحنِ حجازی رقص کرنے لگا۔

سامعین نے دل تھام لئے —— شجر و حجر نے سرگوشیاں چھوڑ دیں۔ اور کائنات دم بخود ہو گئی، مکہ کے پہاڑوں، مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا۔ پندرہ منٹ اور بعض دفعہ نصف گھنٹہ کی تلاوت قرآن مجید کے بعد شاہ صاحب جب "صدق اللہ" کہہ کر سحر طرازیوں کا سلسلہ ختم کرتے تو سامعین کے دل و دماغ پر کیف و مستی چھا گئی ہوتی اور یوں محسوس ہوتا کہ آسمان سے حور و ملائک مجمع پر رحمتوں کے پھول برسا کر جلسہ گاہ کو مشامِ جان بنا گئے ہیں اور آبِ کوثر سے ہر آنکھ پُرنم کر گئے ہیں۔ سامعین کا جی چاہتا کہ شاہ صاحب آج صرف قرآن پڑھ کر ہی سناتے رہیں۔ یہ اشتہاء اور تقاضا صرف مسلم سامعین کا نہ ہوتا بلکہ غیر مسلموں کی بھی یہی کیفیت ہوتی۔

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو کا بیان ہے کہ میں دُور دراز کا سفر کر کے صرف شاہ صاحب کی تلاوتِ قرآن سننے کے لئے مختلف جلسوں میں شرکت ہونے کی سعادت حاصل کیا کرتا تھا۔

قرآن حکیم کے بارے میں کبھی کفار کہا کرتے تھے کہ "یہ کسی بڑے جادوگر کی سحر طرازی ہے" (نعوذ باللہ) بیسویں صدی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تلاوتِ قرآن سن کر کہا جا سکتا ہے:

ان ھذا الا ساحرٌ عظیم

یہ ایک بہت بڑا جادوگر ہے۔

نادر روزگار شخصیت

یوں تو سرزمین ہند نے کئی شعلہ بیان اور آتش نوا خطیب پیدا کئے ہیں مگر زبان کے لوچ، اسلوب بیان کی دلکشی، فکر و خیال کی وسعت اور پختگی، ظرافت کی شائستگی، حاضر جوابی کی شوخی اور استدلال کی سحر کاری میں جو مقام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو نصیب ہوا اس میں وہ منفرد اور یگانۂ روزگار دکھائی دیتے ہیں

شاہ صاحب کے سحرِ خطابت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ بارہا آپ نے سامعین سے خطاب کرتے کرتے رات گذار دی اور جب طلوعِ فجر کے وقت مؤذن کی آواز کانوں میں پڑی تو سراپا حیرت بن کر پوچھا۔ صبح ہو گئی؟ ابھی تو میں تمہیدی کلمات ہی عرض کر رہا تھا۔

لوگو! صبح ہو گئی اور مؤذن پکار پکار کر کہہ رہا ہے، اے نیند کے ماتو! ہوش میں آؤ!

میں نے بھی اپنی پوری زندگی تمہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے میں صرف کر دی۔ لیکن تم بیدار نہ ہوئے! مجھے تو کبھی کبھی یوں محسوس ہونے لگتا ہے۔ جیسے قبرستان میں اذان دے رہا ہوں۔ راقم الحروف ایک دفعہ ملتان میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مرغیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے بنا رہے تھے۔

میں نے ازراہِ تفنن عرض کیا۔ شاہ جی۔ آپ کس کام میں لگ گئے ——!

فرمانے لگے —— بیٹا —— کیا بتاؤں —— قوم کو زندگی بھر آواز دی۔ اسے پکارا حتیٰ کہ میرے بال سفید ہو گئے۔ لیکن اس کے دل کی سیاہی دور نہ ہوئی —— آخر تھک ہار گیا۔ اور انسانوں سے منہ موڑ کر اب خدا کی دوسری مخلوق کی طرف ملتفت ہوا ہوں یہ مخلوق ایسی با وفا ہے کہ میری ادنیٰ پکار پر دیوانہ وار آتی ہے۔ اتنے میں مرغیوں کو آ آ آ کہہ کر بلانا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام مرغیاں شاہ جی کے اردگرد جمع ہو گئیں۔ مجمع دیکھ کر فرمانے لگے ——! کیوں بیٹا ہے۔ نا۔ اطاعت و فرمانبرداری کی ایک مثال ——!

اعتقادات —— شاہ صاحب اپنے یقین و ایمان کی بات کرتے تو ہمیشہ یہی فرماتے ——! خدا کی عبادت۔ رسول کی اطاعت، انگریز کی بغاوت یہ میرا ایمان ہے اور رہے گا خدا معبود ہے۔ محمد محبوب اور انگریز مغضوب خدا کو جو جی میں آئے کہو! اس کا محاسبہ وہ خود کرے گا۔ مگر محمد کے متعلق سوچ لینا یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں عشق کا ہے عشق پر زور نہیں ہوتا اور نہ اپنے پر اختیار پھر یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے۔ اور زمانہ کیا چاہتا ہے۔ پھر جو ہونا

وضاحت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ بوجہ علالت نہ مجلس ذکر میں تشریف لا سکے اور نہ ہی خطبہ جمعہ ارشاد فرما سکے۔ اس لئے یہ شمارہ خطبہ جمعہ کے بغیر ہی شائع ہو رہا ہے۔ قارئین کرام حضرت مدظلہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے صدقِ دل اور خضوع و خشوع سے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

ہوگا۔ ہو جائے گا اور جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔

انبیاء کرام:۔

نبوت و رسالت کے موضوع پر خطاب کرتے شاہ صاحب فرمایا کرتے:۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا ہے۔ جس نے اپنی تعلیمات میں ایک جلا پیدا کرنے کے لئے اپنے دور کے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہو! نبی اور رسول براہ راست اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں۔ نبی کی اللہ تعالیٰ خود راہنمائی کرتے ہیں۔ انبیاء کرام معصوم بھی ہوتے ہیں اور بہادر بھی! آپ انبیاء علیہم السلام کے احوال پر نگاہ ڈالئے۔ جو نبی بھی دنیا میں تشریف لاتا ہے اس کے ایک ہاتھ میں الہام الٰہی کی کڑکتی بجلیاں ہوتی ہیں اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔

وہ کاشانۂ باطل پر برق بن کر گرتا ہے اس کے جلو میں سمندروں کا شور اور طوفانوں کا زور ہوتا ہے۔ اس کی رفتار فرمانرواؤں کا دل دھڑکا دیتی ہے اور اس کی ایک للکار سے کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔

عظمتِ قرآن قرآن پاک سے شاہ صاحبؒ کی شیفتگی اور والہانہ محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ استثنائی سورتوں میں قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ میرے لئے جو کچھ ہے قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس سے باہر جو بھی ہے باطل ہے اور ایک باطل شئے کے مطالعہ کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتابوں پر نگاہ کر سکتی ہے تو میں دوسری کتابوں سے روگردانی کر کے صرف آخری کتاب الٰہی پر اپنی توجہ کیوں نہ مرتکز کر دوں! میں تو قرآن کا مبلغ ہوں۔ میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے تو وہ صرف قرآن کی۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگا دو۔

اشاعتِ قرآن سنہ ۱۹۵۰ء میں مجلس احرار کی آل پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی۔ ایک اجلاس میں

شاہ صاحب نے دوران تقریر فرمایا:۔

آج قاضی احسان احمد صاحب نے روس کی چھپی ہوئی ایک کتاب مجھے دکھائی جس کا نام شاید "اسٹالن" ہے قاضی صاحب نے اس کی طباعت و کتابت کی خوبیوں اور اس کی دل کشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے بتایا۔ شاہ جی! دیکھو ان تمام خوبیوں کے باوصف اس کتاب کی قیمت روپیہ یا بارہ آنے ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی کمال نہیں، اسٹالن کی اپنی حکومت، اپنی سیاہی، اپنا قلم، اپنا کاغذ، اپنا پریس، اپنے ملازمین، اپنے کارندے۔ غرضیکہ اس سلسلہ کے تمام ساز و سامان اسے مہیا ہیں۔ وہ جو چاہے جس طرح چاہے اسے شائع کر سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرنی چاہیئے۔ سٹالن کا یہ کوئی کمال اور خوبی نہیں۔ کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن پاک کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے!

وہاں نہ قلم، نہ دوات، نہ کاغذ نہ پریس، نہ عملہ، نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان جن کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے لیکن کمال ملاحظہ ہو کہ آج قرآن مجید کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی ایسی کتاب لائیے جو آج تک اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ (بشکریہ امروز)

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

ایک نیا بابل

(گزشتہ سے پیوستہ)

اہم امور

شروع میں عرض کیا تھا۔ کہ اہم اہم امور مقدم ہونے چاہئیں۔ سب سے وہ توجہ کے مستحق ہیں۔ یہ معاملہ تو کوئی اہم معاملہ نہیں ہبہ میں برابر کرنا امت کی اکثریت کی تحقیقات میں شرعاً واجب نہیں ہے۔ صرف مستحب ہے ایسا نہ کرنے والے کراہت کے بھی مرتکب نہیں ہیں۔ اور ہبہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک اختیاری شرعی کام کو لازم کر دینا یا اس کی کوئی صورت لازم کر دینا یہ خود دین میں مداخلت کرنا ہے۔ یہ ہرگز برداشت نہیں ہوگا۔ فتنہ و فساد کھڑا ہو جائے گا۔ اور صرف بات یہ ہے کہ اگر ضرر پہنچانے کی نیت ہوگی۔ تو گناہ ہے۔ ورنہ نہیں اور ہبہ بہر حال صحیح ہوگا۔

جو اور اہم اہم کام ہیں جن کے نہ ہونے سے ملک و قوم معاشرہ و اخلاق گنڈ پراگندہ ہیں۔ ان کی طرف توجہ زیادہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے اسلامی درد رکھنے والوں سے اس کی توقع وابستہ ہوتی ہے اب وہ پیش ہیں ممکن ہے توجہ سامی کبھی ان کی یا کسی ایک کی طرف مبذول ہو سکے۔

۱۔ جان مال آبرو پر ڈاکہ سے محفوظ رہنے کے لئے تو بڑے قوانین پولیس فوج عدالت سب کچھ موجود ہیں۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ ایمان اور خود افراد اسلام پر ڈاکہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی مشرک کافر بنانے والے ڈاکوؤں کی حفاظت کا نہ کوئی قانون موجود ہے نہ پولیس فوج عدالت، اگر ڈاکوؤں کا کوئی گروہ ملک میں آ موجود ہوتا ہے۔ اور ملک میں ڈاکے ڈالنے لگتا ہے۔ تو سارا کا سارا ملک چیخ اٹھتا ہے۔ خفیہ و ظاہری پولیس اور ضرورت پر فوج جان توڑ کوشش میں لگ جاتی ہے ساری ڈیوٹیاں ختم کر کے سراغ رسانی گرفتاری سزا اور ملک بدر کرنے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ مگر اسلام کے افراد پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے جوق در جوق گروہ آزادی سے ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں چلتی کوئی دار و گیر نہیں ہوتی بلکہ الٹی ان کی اعانت و سرپرستی کی جاتی ہے۔ نہ مشن سکول بند کئے جاتے ہیں نہ عیسائی سرگرمیاں ختم کی جاتی ہیں۔ اور

(باقی صا)

شاہ جیؒ خلوت و جلوت میں

تحریر :- الحاج حافظ عبدالمجید شاکر چغتائی

شاہ جی کے ساتھ پہلا سفر

بندہ کو اپنے ماموں منشی محمد حسن چغتائی کے مجلس احرار اسلام سے قدیم تعلق کی وجہ سے شاہ جیؒ اور دیگر اکابرین احرار سے بچپن ہی سے عقیدت تھی۔ اور قدرتی طور پر خطابت کی طرف میلانِ طبع تھا۔ تقسیمِ ملک سے کوئی تین چار سال اِدھر کی بات ہے کہ حضرت امیر شریعتؒ علاقہ مجنت پور میں تشریف لے جانے کی غرض سے کہروڑ پکا میں اُترے۔ آگے لاری کا کچی سڑک کا سفر درپیش تھا۔ شاہ جیؒ کے کہروڑ پہنچنے پر احرار کارکنان اور دیگر متوسلین آناً فاناً شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے۔ مرحوم حاجی نور محمد صاحب نے اس عاجز پر احسان فرمایا۔ کہ اپنی مصروفیت کی بناء پر اس سفر میں خدمت کے لئے بندہ کو شاہ جیؒ کی رفاقتِ سفر کے لئے منتخب فرمایا۔ شاہ جیؒ کو قریب سے دیکھنے کا یہ میرا پہلا موقعہ تھا۔ بس کے سفر میں حضرت امیر شریعت مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال فرماتے رہے۔ لیکن مَیں کوئی جواب دیئے "ہوں ہاں کئے بغیر" اُن کے نورانی چہرہ کو تکتا رہا۔

غنا و توکّل جب ہم مجنت پور کے محاذ میں لاری سے اُترے تو معلوم ہوا کہ منزلِ مقصود نصف میل کے فاصلہ پر ہے۔ ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب ہم نے دیکھا کہ صاحبِ دعوت کی طرف سے سڑک پر کوئی آدمی موجود نہیں۔ میری نظریں بدستور شاہ جیؒ کے چہرے پر مرکوز تھیں اور میں اس کے انوار و تجلیات کے نظارے میں گم تھا۔ کہ حضرتؒ کی بھاری اور مترنم آواز نے جھنجھوڑا۔ "عزیز! کیا سوچتے ہو، چلو! چلیں"۔ حضرتؒ نے کلہاڑی سنبھالی اور مَیں نے آپ کا بیگ ہاتھ میں لیا۔ اور بتوکلِ خدا بستی کی طرف رواں ہو گئے۔ جب بستی کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ صاحبِ دعوت کو بستی والوں نے اس جرم میں مار پیٹ کر بھگا دیا ہے کہ ایک "وہابی" کو دعوت کیوں دی۔

تائیدِ ایزدی بستی میں داخل ہوتے ہی پرائمری سکول کی عمارت پر نظر پڑی۔ ہم نے وہیں ڈیرا جما دیا۔ ہمارے سکول میں داخل ہوتے ہی لڑکوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اور چارپائیوں وغیرہ کا انتظام ہو گیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دیکھا تو بہت سے لوگ پہنچ چکے ہیں۔ آناً فاناً جلسہ کی تجویز ہو گئی۔

ذرّہ نوازی جلسہ کے آغاز میں شاہ جیؒ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "عزیز! آپ کچھ بولیں"۔ ایک طرف تو اپنی خوش قسمتی پر نازاں کہ کیا عمدہ موقعہ میسّر آیا ہے۔ دوسری جانب خطابت میں مبتدی ہونے کے ساتھ ساتھ شاہ جیؒ کی موجودگی زبان اور ہاتھ پاؤں میں لرزہ پیدا کرنے کا موجب ہو رہی تھی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ سٹیج پر حاضر ہو گیا۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد آیۂ مبارک قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بیان کیا۔ جب میں کھڑا ہوا تھا جلسہ گاہ کی حاضری چند نفوس پر مشتمل تھی لیکن شاہ جیؒ کے نام کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑی دیر میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آنے لگا۔ شاہ جیؒ کی تشریف آوری پر سٹیج سیکرٹری کے فرائض بندہ نے انجام دیئے۔

اختلافی مسائل کا حل

حضرت نے خطبہ مسنونہ اپنے مخصوص انداز میں پڑھا تو اس کے اثر سے عوام کی حالت ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے فرطِ عقیدت سے بچھے چلے جاتے ہوں۔ خطبہ کے بعد جب یہ شعر پڑھا ؎

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَیْسَ کَالْبَشَر
مُحَمَّدٌ یَاقُوْتُکُمْ وَالنَّاسُ کَالْحَجَر

اور اس کے مطالب پر روشنی ڈالی تو تمام مختلفہ مسائل حل فرما دئے۔ آپ نے زوردار الفاظ میں فرمایا۔ کہ بشر، بشر میں فرق ہے۔ اور پتھر پتھر میں فرق ہے ایک وہ پتھر ہے جو سڑک میں کوٹ دیا جاتا ہے اور ایک وہ بھی پتھر ہی تو ہے جو کسی بادشاہ کی انگوٹھی کا نگینہ ہے یا تاجِ شاہی میں ٹِک کر اس کی زینت کو دوبالا کر رہا ہے۔ حجرِ اسود بھی تو پتھر ہے جس کو چومنے کے لئے دنیا ترس رہی ہے اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور بشریت عامہ کا اندازہ کر لو۔ تقریر بارانِ رحمت کی طرح کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔

مزاجِ لطیف تقریر کے دوران میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "مجھ سے پہلے میرے عزیز نے جو آیتِ مبارکہ پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ "ترجمہ کسی مسلم لیگی سے پڑھا ہے"۔ یہ بات فرما کر تمام مجمع کو ہنسی سے لوٹ پوٹ کر دیا۔

بے مثال اثر تقریر کے اختتام پر وہی لوگ جو داعیٔ جلسہ کو مار بھگانے کے جُرم کے مرتکب ہوئے تھے شاہ جیؒ کے حلقہ بگوش تھے۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام کی تنظیمِ نو کے سلسلے میں آج بھی اس علاقہ کی جماعت نے باوجود دیہاتی ماحول کے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اور مجلس شوریٰ کے اجلاس میں حضرت سید ابوذر بخاری نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

خلوت اس سفر میں معیت کے بعد اکثر و بیشتر زیارت کے مواقع میسّر آتے رہے اور بفضلہٖ تعالیٰ

عقیدت بڑھتی چلی گئی۔ دل میں خواہش تھی کہ خلوت میسر ہو تو کچھ دریافت کروں۔

ایک بار ملتان میں حاضر ہوا — حضرت اپنی فرودگاہ میں چارپائی پر دراز تھے اور میں پاؤں دبانے کی سعادت حاصل کر رہا تھا۔ الحمد للہ کہ خلوت کا موقعہ مل گیا۔ بے باکانہ عرض کیا "حضرت! آپ کے بیشمار مرید ہیں۔ آپ نے مرید تو بناتے لیکن ان کی اصلاح کی فکر نہ کی۔ قیامت کے دن کیا جواب دیں گے۔" میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت اٹھ بیٹھے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ فرمانے لگے۔

"آج تم نے ایسی بات کہی ہے جو آج تک کسی نے نہیں کہی۔ ہزاروں مرید آتے ہیں۔ کوئی مسخرات کی بات کرتا ہے، کوئی مال و اولاد کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ بس دنیوی ضروریات اور جاہ و جلال کی باتیں ہوتی ہیں۔"

یہ کہہ کر تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ پھر معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر استفسار فرمایا کہ کیا پوچھتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ کہ مدعا تو حضرت نے معلوم کر لیا۔ ارشاد ہوا۔ کہ "پانچ وقت کی نماز، رزقِ حلال کی سعی، اور کلمہ تمجید کا وِرد۔" میں نے عرض کیا کہ کچھ اور؟ فرمایا۔ بس۔ پھر مخصوص لہجہ میں فرمایا۔ "میرے مرشد کا فرمان ہے کہ جو شخص رزق حلال کھاتا ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اور کلمہ تمجید کا وِرد صبح و شام اہتمام سے کرتا ہے اگر روز قیامت خداوند قدوس اُسے جہنم کی طرف دھکیلیں گے تو میں خدا سے شفاعت طلب کروں گا۔"

پاؤں کا انتقام

زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ مسلسل علالت کا شکار تھے۔ مجھے ملتان میں محترم منشی محمد ابوالحسن صاحب کہروڑی کی معیت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ گھر پر گئے تو معلوم ہوا کہ حکیم حنیف اللہ صاحب کے دکان پر گئے ہیں۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوئے۔ آپ تیار بیٹھے تھے۔ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت اس مردِ مجاہد کی نقاہت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور دوسرا منشی صاحب موصوف کے کندھے پر، اور چلنا شروع کیا۔ راستے میں فرمایا "عزیزو! میرے پاؤں اب انتقام پر اتر آئے ہیں میں نے بھی تو انہیں کچھ کم سزا نہیں دی۔ اب یہ مجھے سزا دے رہے ہیں۔"

حرفِ آخر

شاہ جیؒ اس دنیا میں نہیں رہے۔ اور رہنا کسی نے بھی نہیں۔ موت کا ایک دن معین ہے۔ نا معلوم شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ جیسا قادر الکلام اور فصیح اللسان مبلغ اور مجاہد جلیل پھر کب پیدا ہو۔ الحمد للہ ہمارے ہاں حق گو، علماء و فضلاء اور مقررین کی کمی نہیں۔ ہر دوست کا فرض ہے کہ وہ بخاری کے مشن کو زندہ رکھنے اور اسے کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں اپنے شب و روز صرف کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

بقیہ: تاریخ اسلامی تمدن

اس کی مثال مصر، ایران اور ہندوستان میں موجود ہے۔

تمدن کے لئے سب سے پہلی چیز علم اور اصنافِ علوم ہیں۔ دنیا کا سب سے پہلا مذہب اسلام ہی ہے جسے اس نے ہر مرد و زن پر فرض کر کے سب سے پہلی بار اسے عام کیا۔ قرآن شریف میں بے شمار ایسی آیات ہیں جو برقیات، فلکیات، طبیعات، بحریات، معدنیات، زرعیات اور ریاضیات کے حصول پر آمادہ کر رہی ہیں۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ (پ ۱۳ - ع ۶ - سورہ یوسف آیت ۱۰۵)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ جن پر سے یہ گذرتے ہیں اور ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

کتنی جامع آیت ہے جس میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو محققانہ نظر ڈال کر بے نقاب کرنے کی طرف پوری طرح اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ط (پ ۱ - ع ۶ - سورہ بقرہ آیت ۵۷)

ترجمہ: جو کچھ ہم نے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ۔

معاشیات کی طرف بھی توجہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔ (ترجمہ): اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول۔

سعی و جہد اور تنازع للبقا کے کے متعلق بتایا:۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ (پ ۲۷، ع ۷، سورۃ النجم آیت ۳۹)

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جو کرتا ہے۔

مال و دولت کی اہمیت جو روح تمدن ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ (پ ۱۵ ع ۱۴۔ سورہ کہف آیت ۴۶)

ترجمہ: مال اور اولاد تو دنیا کی رونق ہیں۔

اور: اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (پ ۴ ع ۱۲ سورہ نساء آیت ۵)

ترجمہ: اپنے وہ مال جن کو تمہاری گذران کا سبب بنایا ہے

تجارت کے دس حصوں میں سے نو حصے بتا کر کاروبار کی ترغیب دی اور اسے اپنے فضل کے نام سے موسوم کر کے اس کی عظمت کا سکہ بٹھایا۔ (باقی آئندہ)

نعت

نور حسین عزیز

کیا ہے زباں ہماری؟ کیا ہو بیاں تمہارا
تم حق کے راز داں ہو، حق راز داں تمہارا
تم دو جہاں کی رحمت، تم دو جہاں کے وارث
یہ بھی جہاں تمہارا، وہ بھی جہاں تمہارا
سکہ زمیں کے دل پر، نقشِ قدم فلک پر
یوں ہے زمیں تمہاری، یوں آسماں تمہارا
اے کاش، میرے دل کی یہ آرزو ہو پوری
دیکھوں میں گھر خدا کا اور آستاں تمہارا
تم ہو چراغِ منزل، تم شمعِ رہ گذر ہو
کس راہ بر کو دیکھے پھر کارواں تمہارا
جو کچھ ہے اور ہوگا سب ممکنات سے ہے
لیکن تمہارا ثانی؟ ثانی کہاں تمہارا
دنیا نظر جھکائے بخشش تک آگئی ہے
آخر عزیز بھی ہے اک مدح خواں تمہارا

★

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

تاریخِ اسلامی تمدّن

(۲)

ضرورتِ حدیث

عام طور پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ جب قرآن مجید کو ایک جامع اور واضح کتاب تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ مگر یہ سخت غلط فہمی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آلۂ وحی بنا کر دنیا میں نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ آپ کی ذاتِ مبارک کو مقننِ قوانین اور شارحِ قرآن مجید کی صفات بھی عطا فرمائی تھیں۔ دنیا میں کوئی قانون خواہ روحانی ہو یا ملکی، تمدنی ہو یا معاشرتی ایسا نہیں ہے جس کی شرح کی ضرورت نہ پڑے۔ اسی لئے نزولِ قرآن کے وقت اس کی ضرورت داعی ہوتی کہ خود جو زبانِ مقدس و اطہر خداوند تعالےٰ کا کلام بیان کرے وہی زبان ساتھ ساتھ اس کی شرح بھی کرتی جائے —— بے شک قرآن مجید کے ایسے مطالب و الفاظ ہیں کہ ایک جاہل سے جاہل شخص بھی ان کو سمجھ سکتا اور ان پر عبور کر سکتا ہے مگر روحانیت کے مدارج کبھی طے نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اس کے الفاظ کا اصلی مفہوم اس کے آگے بیان نہ کیا جائے۔ ہر لفظ جب کہ ایک قانون مانا گیا ہے تو اس کے لئے شرح کی از حد ضرورت تھی — اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم شرح نہ فرماتے تو یقیناً قرآن مجید کے اصلی نکات اور روحانی خوبیوں پر پردہ پڑا رہتا۔ احادیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مثل ایک شرح کے ہیں کہ جو قرآن مجید کی کی گئی ہے۔

اور وہ شرح ہمیں ان خداوندی مطالب کا پتہ بتاتی ہے جو ہماری سمجھ میں از خود کبھی نہ آ سکتے تھے اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو محض آلۂ وحی تسلیم کر لیا جائے گا تو درحقیقت یہ شانِ نبوّت کی سخت توہین ہے —— اچھا تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کر لو کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم محض ایک آلۂ وحی تھے یعنی حضرت جبرئیل ع آپؐ کو خدا کا کلام پہنچا دیتے تھے اور آپؐ وہ کلام لوگوں کو سنا دیا کرتے تھے۔ اگر خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپؐ محض اس فرض کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجے گئے تھے تو مخالفوں کے ساتھ صدہا قسم کے معاہدے کرنے، مسلمانوں کے تحفظ کی تدبیریں نکالنے اور جدید شریعت کی بنیاد ڈالنے کی ضرورت کیا تھی۔ یہ تمام تکالیف اور کل پریشانیاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی اصلاح کے لئے اٹھائیں۔ اس خیال کے بالکل منافی ہیں جس میں حضورؐ کو صرف آلۂ وحی تسلیم کیا گیا ہے۔ ان سب بیّن واقعات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کی طرف سے محض اس وحی پہنچانے کے لئے مقرر نہیں ہوئے تھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کرنے اور ایک جدید تمدّن قائم کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

اسلام کے اس تمدّن کا جس نے کروڑہا قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیا احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں پورا پورا پتہ ملتا ہے۔ انسان اور قوم کے تنزّل اور ترقی کے اسباب کا ایک مبصّر احادیث کے دفتر میں اچھی طرح پتہ لگا سکتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوموں کے تنزّل کے اسباب علیحدہ بیان کر دئے ہیں اور ترقی کے سامان علیحدہ دکھا دئے ہیں۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ دنیا کی جتنی قومیں عروج کو پہنچیں اور جن قوموں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ ان دونوں کے اسباب وہی تھے جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل وار بیان کر دئے ہیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ انسان کیونکر انسانیت کا درجہ حاصل کر سکتا ہے اس میں اولوالعزمی اور اخلاقی جرأت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اطاعت اور محبّت کسے کہتے ہیں اور اس کے پھل کیا ہیں۔ عبادات اور معاملات کا باہم کیا تعلق ہے اور یہ دونوں آپس میں کیسے لازم و ملزوم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ قومی زندگی اور انسانی زندگی میں کیا فرق ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کو شائستہ بنانے کے طریقے رشتہ داروں، بزرگوں اور اپنے دوستوں سے ارتباط اور ان کے باہمی تعلق کا اتار چڑھاؤ، دشمنوں سے نیک سلوک کرنے کے اچھے نتائج جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں۔ دیکھنے کے بعد معلوم ہو گا کہ دنیا کی اور کسی اخلاقی کتاب میں یہ باتیں نہیں ملیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ انسان دنیا میں کس لئے بھیجا گیا ہے خالق سے اس کے کیا تعلقات ہیں، اسے کیونکر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ غرض اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، شادی بیاہ، ماتم، لین دین، عبادات و معاملات کل باتیں اس تفصیل سے اور عمدہ پیرایہ میں بتائی گئی ہیں کہ ایک معمولی سی معمولی عقل کا آدمی اگر سمجھ کر ان پر عمل کرے تو کامل انسان بن سکتا ہے۔

ان ہی احادیث نے اس حیرت انگیز تمدّن کی دنیا میں بنیاد ڈالی جس نے اپنے آگے قدیم مہذب قوموں کے تمدّن کو گرد کر دیا۔ اور یہ وہ تمدّن تھا کہ جس قوم نے ایک دفعہ لیا پھر اس کو ہاتھ سے نہ دیا۔

(باقی صـ پر)

خداوندِ عالم کا نظامِ تربیت اور ولادتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

ایم۔ ایس قریشی۔ ماڈل ٹاؤن ——— لاہور

اللہ جل مجدہٗ و عمّ نوالہٗ نے جس طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے ہماری جسمانی ضروریات کے لئے طرح طرح کے انتظامات فرمائے ہیں جو ہمارے روزمرہ کے استعمال میں ہیں۔ اسی طرح اس قادرِ مطلق اور رب العالمین نے اپنی حکمتِ بالغہ سے ہماری روحانی زندگی کی ترو تازگی اور اس کی حفظ و بقا کے لئے بھی مکمل انتظامات فرمائے ہیں اس لئے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔ جس طرح اس کی ربوبیت نے جسم کے لئے زمین کے اندر طرح طرح کے خزانے رکھے ہیں، اسی طرح روح کی غذا کے لئے بھی اس کے آسمانوں کی وسعت معمور ہے۔ یہاں جب پتے جھڑتے، ٹہنیاں سوکھتی، پھولوں کے رنگین ورق بکھر جاتے اور زمین مردہ ہو جاتی ہے تو خدا کی بارش ان کو زندگی بخشتی ہے اسی طرح جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے، نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں، عدالت کا باغ ویران ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے کلمۂ حق و صداقت کا شجرہ طیبہ دنیا کے ہر گوشہ اور ہر حصہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے اور انسانیت ہلاک ہونے لگتی ہے تو خدا کی رحمت اسے پھر از سر نو نمود بخشتی ہے، غرضیکہ جس طرح اس کی ربوبیت نے عالم ہستی کے ایک ایک ذرہ کے لئے خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان کر دیا۔ اسی طرح اس نے انسان کو بھی جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا۔ اور اس کے لئے بھی خلقت اور ہدایت دونوں کا سامان بہم پہنچایا۔ بلکہ ابتدائے آفرینش ہی سے جس طرح اس نے سیدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ہی سے ان کے طعام و قیام، لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام فرمایا۔ کما قال اللہ تعالیٰ: وَ قُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا (بقرہ ع ۴) اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو سہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو خوب کھاؤ ——— اور دوسری جگہ فرمایا: ان لك الا تجوع فیھا ولا تعریٰ و انك لا تظمؤ فیھا ولا تضحیٰ۔ بیشک تو اس جنت میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا اور نہ پیاسا ہوگا اور نہ ہی دھوپ تجھے لگے گی، اسی طرح اس رب العالمین نے ان کی روحانی تربیت کے پیشِ نظر اسی وقت سے رشد و ہدایت اور امر و نواہی کا سلسلہ جاری فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین۔ اس درخت کے قریب مت جاؤ ورنہ نا انصافوں میں سے ہو جاؤ گے ان الشیطن لکما عدو مبین۔ یہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے ——— ان ھذا عدو لك و لزوجك فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقیٰ پھر جب ان کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم فرمایا اور ان کی حیاتِ جسمانی کے لئے زمین میں اسباب مہیا فرمائے۔ کما قال تعالےٰ: ولکم فی الارض مستقرٌ و متاعٌ الیٰ حین۔ تو اس کے ساتھ ہی بنی آدم کی روحانی زندگی کے تحفظ اور اس کی تربیت کی غرض سے سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ فاما یاتینّکم منی ھدًی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ پھر اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی سو اُن کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے! نیز اس سلسلۂ رشد و ہدایت کے قبول نہ کرنے والوں اور روحانی زندگی کو تباہ برباد کرنے والوں کے نتائج و عواقب سے بھی اپنی کمال شفقت و مہربانی سے آگاہ فرمایا تاکہ ترغیب کے ساتھ ساتھ ترہیب کا پہلو بھی نمایاں ہو جائے کہ اگر جلب منفعت کے لئے نہیں تو دفع مضرت ہی کی خاطر قلوب احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری پر آمادہ ہوں، پھر اس وقت سے آج تک جس طرح اس رب العالمین کی طرف سے جسمانی ضروریات کا بدستور تکفل ہوتا رہا ہے۔ اسی طرح روحانی زندگی کو قائم رکھنے اور اس کی حفظ و بقا کے لئے بھی تربیت کا سامان بہم پہنچتا رہا ہے اور وہ سامانِ تربیت سلسلہ رشد و ہدایت ہے جس کا مخزن حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاکیزہ قلوب کو قرار دیا گیا ہے اور باقی ساری مخلوق کو ہدایت کے انہی سرچشموں سے سیراب ہونے کا حکم فرمایا۔ پس اس سلسلۂ رشد و ہدایت یا بالفاظ دیگر روحانی تربیت کی پہلی کڑی ابوالبشر سیدنا و نبینا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی ہے اور انتہا اس کی افضل المخلوقات، فخرِ موجودات سیدنا و مولانا و نبینا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ابتداء سے انتہا تک اس طویل زمانہ میں کتنے اور کون کون سے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ اور خلقِ خدا کو اس کا پیغام پہنچایا۔ اچھے بُرے کی تمیز سکھائی۔ اللہ کی خوشنودی کا راستہ واضح فرمایا اور ان کی ناراضگی کی نشاندہی کی۔

صلوٰۃ اللہِ علیھم اجمعین

(باقی آئندہ)

سیرتِ قدسی کی چند جھلکیاں

★ مضطر گجراتی

● کعبہ میں قریشی سردار۔ ابوجہل۔ ابوسفیانؓ اُمیہ بن خلف وغیرہ باہم مشورہ کرکے ابوطالب کے پاس آتے ہیں۔ ......

"تم عمارہ بن ولید کو اپنا بیٹا بنا لو اور محمد بن عبداللہ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اور تمہارے خلاف قوم کو بھی کھڑا کر دیں گے۔"

ابو طالب۔ (غصہ میں) واللہ یہ بدترین سودا ہے۔ کہ تمہارے بیٹے کی میں پرورش کروں اور اپنا بیٹا تمہیں دے دوں۔ تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ سردار مایوس ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اتنے میں پیغمبر آخرالزماں تشریف لاتے ہیں۔ اور چچا سے فکرمندی کا سبب پوچھتے ہیں۔

میرے بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔ جسے میں نہ اُٹھا سکوں۔

چچاجان! تو کیا آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ واللہ اگر یہ لوگ سورج کو داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر لا کر رکھ دیں۔ تو پھر بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ خواہ اس میں میری جان بھی جاتی رہے۔

سرکارِ دو عالم کی نظریں چچا کے چہرے پر جم جاتی ہے۔ ابو طالب کی نسبی حمیت و غیرت جوش میں آجاتی ہے۔

ہرگز نہیں۔ میرے بھائی کے بیٹے! خدا کی قسم میں کسی حال میں بھی تجھے دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا۔

●

موسم حج سے کہیں پہلے کعبۃ اللہ کے سامنے ابوجہل۔ ابوسفیان۔ امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط۔ ولید بن مغیرہ۔ ابولہب اور دیگر نامور سرداران قریش دعوتِ اِسلام کو بند کرنے کے معاملے پر مصروفِ گفتگو ہیں۔

ایک تم دیکھتے ہو یہ عظیم جادوگر (محمدؐ) اپنے پر اثر کلام سے ہمارے بیٹوں کو باپوں سے .... بھائیوں کو بھائیوں سے اور شوہروں کو بیویوں سے جدا کر رہا ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ قطعاً نہیں ......

اتنے میں حضرت صادق المصدوق علیہ السلام اپنے سچے جاں نثار رفیق ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں کعبہ کی طرف تشریف لاتے ہیں۔ امیہ بن خلف اور ابوجہل آواز دے کر ٹھہرا لیتے ہیں۔ اور استہزا کے طور پر مختلف سوال پوچھتے ہیں۔ داعی برحق علیہ السلام ہر سوال کے جواب میں قرآن حکیم کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ معاندین عاجز آکر خاموش ہو جاتے ہیں۔ محبوب کردگار چلنے کے لئے قدم اٹھاتے ہیں۔ ابوجہل چلا کر کہتا ہے۔

"کیا ہم اسے یونہی جانے دیں گے درآنحالیکہ اس نے ہمارے معبودوں کی اور ہماری توہین کی ہے"۔ عقبہ بن ابی معیط تائید کرتا ہے۔ رؤسائے قریش با ارادہ فساد آگے بڑھتے ہیں۔ اور سرورِ کون و مکان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چادر پکڑ لیتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ تڑپ کر درمیان میں آجاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات (کیا تم اس شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے)

قریش صدیق اکبرؓ کو اس قدر زدوکوب کرتے ہیں۔ کہ صدیق عتیقؓ بے ہوش ہو جاتے ہیں

●

سرکار دو عالمؐ کوہ صفا کے دامن میں تشریف فرما ہیں۔ ابوجہل چند مشرکین مکہ کے ہمراہ ادھر آ نکلتا ہے۔ اور بیہودہ بکواس بکنا شروع کر دیتا ہے سرکار دو عالمؐ کچھ جواب نہیں دیتے ابوجہل طیش میں آکر پتھر کھینچ مارتا ہے جس سے نبیٔ رحمت زخمی ہو جاتے ہیں۔ خون بہنے لگتا ہے۔ مجسمہ صبر و صداقت خاموش اٹھ کر گھر کو چل دیتا ہے ابوجہل وہاں سے کعبہ میں آکر مشرکین سے باتوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ حضرت حمزہ جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ دوش پر کمان ڈالے شکار سے واپس کعبہ کی جانب آتے دکھائی دیتے ہیں۔ قریشی رستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔

جناب حمزہ کو ابوجہل کی لونڈی راہ میں روک لیتی ہے۔

ابو عمارہ! (جناب حمزہ کی کنیت) خبر بھی ہے۔ کہ آج ابوالحکم نے تمہارے بھتیجے کی سخت توہین کی ہے۔ اور بُرا بھلا کہا ہے۔

حمزہ غضبناک ہو کر سیدھے قریشیوں کے مجمع کی طرف آتے ہیں۔

ابوالحکم! (ابوجہل کی کنیت) تم نے میرے بھتیجے سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ ابوجہل بات ٹالتا ہے۔

حمزہ۔ (ڈانٹ کر) تو میں بھی محمدؐ کے دین پر ہوں۔ یہ کہتے ہوئے کمان ابوجہل کے سر پر دے مارتے ہیں۔ ابوجہل زخمی ہو جاتا ہے۔ سردار ابوجہل کی حمایت میں اٹھنا چاہتے ہیں۔ ابوجہل مصلحتاً ڈانٹتا ہے۔

خبردار۔ ابو عمارہ کو جانے دو میں نے بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت گالیاں دی ہیں۔ اگر حمزہ بھتیجے کا بدلہ نہ لیتے۔ تو بے حمیت شمار ہوتے۔

●

اشجع العرب جناب حمزہ پلٹ کر رسولؐ خدا کے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ میرے بھتیجے! میں نے تمہارا بدلہ لے لیا۔

"چچا جان آپ کو ایسے شخص سے کیا واسطہ جس کی نہ ماں ہے۔ نہ باپ نہ کوئی عزیز نہ ہمدرد۔ آپ میرے چچا ہیں تو کیا۔ اس مشرکانہ حالت میں خواہ آپ کافروں کے خون سے عرب کی سرزمین کو لالہ زار کر دیں۔ تو کیا فائدہ تاوقتیکہ آپ خدائے واحد پر ایمان نہ لے آئیں۔ اگر آپ مسلمان ہو کر اسلام کی مدد کر سکتے ہیں۔ تو یہ امداد آپ کے لئے موجب ثواب و رحمت ہے۔ ورنہ میں اپنی ذات کے لئے سوائے خدا کے اپنے یا پرائے کی مدد کا طالب نہیں ہوں میں جس کے کام پر مامور ہوں وہی میری مدد بھی کرے گا"

جناب حمزہؓ یہ فقید المثال اور حیرت انگیز استقامت و عزیمت دیکھ کر فوراً پکار اُٹھتے ہیں۔

اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمد رسول الله

رُخ زیبائے نبوت اس اعلان دلنواز کو سن کر شگفتہ ہو جاتا ہے۔

افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کعبہ میں تنہا جلوہ فرما ہیں عتبہ بن ربیعہ اپنے سرداروں کے مشورہ سے حضورؐ کے پاس آکر عرض کرتا ہے

"اگر دولت کی ضرورت ہے۔ تو ہم زر و سیم آپ کے قدموں پر ڈھیر کر دیں گے"

"اگر سرداری کی ضرورت ہے۔ تو آج سے ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں"

"اگر تخت شاہی کی طلب ہو۔ تو سارے عرب کی بادشاہت حاضر ہے"

"اگر یہ دعوت کسی بیماری کا نتیجہ ہے۔ تو ہم اس کا علاج شافی کرانے کو تیار ہیں:

مگر:-

"آپ دین اسلام کی تبلیغ بند کر دیں اور ہمارے بتوں کو جھوٹا نہ کہیں"

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
حٰمٓ ۚ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۚ .... الآیہ

عتبہ پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا ہے بالآخر چپ چاپ اُٹھ کر چلا جاتا ہے سنئے وہ گروہ قریش سے کیا کہہ رہا ہے۔

"لات کی قسم۔ یہ کلام نہ شعر ہے۔ نہ سحر، نہ کہانت ہے۔ نہ بولی۔ میرا کہا مانو تو محمدؐ کو اُس کی حالت پر چھوڑ دو"

مجمع خاموش ہے۔

عتبہ (بات جاری رکھتے ہوئے)

محمدؐ کی ساری زندگی ہم میں گزری ہے وہ امین ہے۔ راستباز ہے۔ اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ اصدق ہے۔ مصدوق ہے۔

"تم کیونکر کہتے ہو۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ دیوانہ ہے۔ جادو گر ہے۔

طالب اقتدار و زر ہے"

مجمع پر بدستور سکوت طاری ہے یکایک نضر بن حارث کی آواز بلند ہوتی ہے۔

"میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ خوش بیان اور قصہ گو ہوں"

لیکن مجمع ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

عتبہ۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا۔ وہ کیا۔ میں نے جو محسوس کیا۔ وہ ظاہر کر دیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔ میں اس معاملے میں پڑنے کا نہیں۔

تمام قریشی — معلوم ہوتا ہے محمدؐ کا جادو تم پر بھی چل گیا۔

دعوت اسلام پر مکہ کے اطراف و اکناف میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں کفار اس مقدس پیغام کو بے اثر بنانے کے لئے داعی اسلام علیہ السلام کو جنونی مشہور کر رہے ہیں۔ عرب کا مشہور منجم اور عامل حاضرات ضماد بن ثعلبہ ازدی یمنی اس کیفیت سے آگاہ ہو کر ازراہ ہمدردی حضرت خیر الانامؐ کی خدمت میں آتا ہے اور علاج کے لئے اپنی خدمات پیش کرتا ہے

ضماد کی اس پیشکش کے جواب میں مُلہم ربانی لب کشا ہوتا ہے!!

الحمد لله نحمده ونستعينه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

ضماد پر ان کلمات مقدس کا اس قدر اثر ہوتا ہے۔ کہ دوبارہ سننے کی آرزو کرتا ہے۔ پھر تیسری مرتبہ۔ آخر میں عرض کرتا ہے۔ میں نے کاہنوں کی بانی سنی جادوگروں کا کلام سنا۔ شاعروں کے بہترین شعر سنے۔ مگر ایسا پر اثر کلام آج تک سننے میں نہیں آیا۔ بخدا یہ کلام تو دریاؤں کی تہ تک اثر انداز ہو کر رہے گا۔ اے اللہ کے رسول! اپنا دست مبارک بڑھائیے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ قریش کا سردار اور عسکری منصرم ابو سفیان لپک کر قریب آتا ہے۔ اور کہتا ہے۔

"اگر تم نبی ہو۔ تو بتاؤ روح کیا ہے"

"کل جواب دونگا"

حضرت مخبر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

پندرہ دن بیت چکے ہیں۔ مگر وحی مقدس نازل نہیں ہوئی۔

غارِ حرا میں پروردگار عالم کا محبوبؐ نہائت اضطراب و خشوع کے ساتھ سربسجود ہے۔ دفعتہً یہ محدود اور ملگجا ماحول مرقع نور بن جاتا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام اترتے ہیں۔ ربانی طویل توقف کا سبب پوچھتے ہیں۔

(اتنے میں وحی کا نزول شروع ہو جاتا ہے)

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ‌ ؕ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝

(سورہ بنی اسرآءِیل پارہ ۱۵)

ترجمہ اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ سو کہہ دیجئے۔ کہ روح تو میرے رب کا ایک امر ہے

ملہم صادق علیہ السلام وحی الہیٰ کے مطابق قریش کو ان کے سوال کے جواب سے مطلع فرما دیتے ہیں۔

نعت

نور حسین عزیز

ہوگا جسے شک ہوگا میرا تو یہ ایماں ہے
تخئیل محمدؐ ہی تخلیق کا عنواں ہے
اب اور کسی شے کا ارماں نہیں دل میں
اب ذکر محمد ہی تسکین دل و جاں ہے
توحید کا پرتو ہے آبادی صحرا میں
اُس نازش دوراں کا اعجاز ایماں ہے
اے راہبر عالم، اے شمع رہ و منزل
انسان زمانے کی چالوں سے پریشاں ہے
اللہ غنی رتبہ سرکار دو عالم کا
تخلیق بھی نازاں ہے مخلوق بھی نازاں ہے
جنت کی بہاروں پر کیا ناز کرے کوئی
خاشاک در احمدؐ فردوس بداماں ہے
اب ورد عزیز اپنا ہے اسم شہ عالی
ہر زخم کا چارہ ہے ہر درد کا درماں ہے

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۹ر جنوری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۵)

تمیم داری رضی اللہ عنہ صرف ایک رات تہجد کی نماز قضا ہونے کی وجہ سے پورا سال نیند نہیں کرتے، راتوں کو نہیں سوتے تھے کہ پھر کہیں ایسی کیفیت پیدا نہ ہو جائے کہ مجھ سے تہجد کی نماز نہ چھوٹ جائے۔ اس لئے قرآن مجید نے فرمایا۔ کہ او سونے والو! جاگو۔ ع

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے

پہلے زمانے میں سکولوں میں یہ اشعار لکھا کرتے تھے۔ آپ میں سے جو بزرگ میرے ہم عمر ہیں سکول پڑھے ہوں گے، جانتے ہوں گے، ان کو یاد ہوگا کہ ہمارے سکولوں میں کبھی یہ فوٹو ووٹو نہیں لگایا کرتے تھے بلکہ ہمارے سکولوں میں جو قطعات ہوتے تھے وہ یہ ہوتے تھے۔ میں نے بھی خود مڈل تک تعلیم حاصل کی ہے، آگے نہیں ہے۔ ویسے اللہ تعالےٰ نے مجھے پروفیسر بنا دیا۔ خدا کا احسان ہے اور یہ بھی رب العالمین کی ایک قدرت ہے کبھی اللہ تعالےٰ یوں بھی کر دیتے ہیں —— تو میں نے آٹھویں تک پڑھا ہے۔ ہمارے سکول میں جو گھڑیال تھا اُس کے نیچے یہ لکھا ہوتا تھا ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

دیکھا؟ گھڑی کے بجنے نے بھی بتا دیا کہ غافل! تو اپنی عمر کے بڑا ہونے پر خوشی نہ منا۔ تو سمجھتا ہے کہ میں تین سال کا ہو گیا تو تو خوشی نہ منا، تیری عمر سے تین سال کم ہو گئے۔ جب تو دس سال کا ہوتا ہے تو مت خوش ہو کہ دس سال کا ہو گیا۔ نہیں، تیری عمر کے دس سال کم ہو گئے یہ تو تب خوشی ہو کہ تیری عمر اللہ کے دین پہ خرچ ہو جائے۔ جب تجھ سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ پوچھے گا۔ صحیح حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک ہل نہیں سکے گا جب تک اس سے چند سوال نہ ہوں گے۔ ان سوالوں میں ایک سوال اللہ تعالےٰ یہ فرمائیں گے کہ اتنی عمر میں نے تجھ کو دی، تو نے کہاں خرچ کی؟ یہ پہلا سوال ہے کہ اتنی عمر میں نے تجھے دی۔ یہ زندگی کہاں خرچ کی؟ تو بھائی! اگر زندگی اللہ کے نام پر خرچ ہو جائے، دین پہ خرچ ہو جائے، اللہ کی اطاعت میں خرچ ہو جائے، اللہ تعالےٰ کے دین کی پیروی میں خرچ ہو جائے تو پھر تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہم کچھ نہ کچھ تو جواب دے سکیں گے۔ اگر میرے بزرگو! ہماری زندگی لہو و لعب میں گذر گئی۔ اس مادی زندگی کو نبھانے میں گذر گئی، ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش کر سکیں (اللہ مجھے، آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے) تو بھائی پھر بتایئے اللہ تعالےٰ کے سامنے کیا پیش کر سکتے ہیں؟

صحیح حدیث میں آتا ہے —— امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ بھی اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش ہوں گے —— میں بتاتا ہوں کہ ہماری زندگی کدھر جاتی ہے اور سمجھ دار لوگ میرے بزرگو اپنی زندگی کو کتنا کامیاب بناتے ہیں —— آپ فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو اُن کے عملوں کا اجر و ثواب دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ تمہارے اعمال کی میرے پاس کچھ اور بھی پونجی پڑی ہے، تمہارے لئے اجر و ثواب کے کچھ اور ذخائر بھی ہیں۔ تو بندے عرض کریں گے "یا اللہ! ہمارے اعمالناموں میں تو ان چیزوں کا ذکر نہیں ہے"۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ تمہاری کچھ ایسی عبادت بھی تھی جو کراماً کاتبین کو بھی پتہ نہیں ہے، جو فرشتے تمہارے اعمال لکھنے والے تھے۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِينَ ۝ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ۝ اللہ فرماتے ہیں تم پر میرے نگہبان عزت والے فرشتے مقرر ہیں۔ کَاتِبِیْنَ ۝ لکھنے والے۔ دائیں طرف بھی ہیں اور بائیں طرف بھی ہیں۔ نظر آتا ہے کسی کو؟ خدا کی بات سچی کہ میری نظر سچی؟ "اجی! نظر نہیں آتا" —— مجھے اور کیا نظر آتا ہے؟ جو میں کھاتا ہوں، مجھے نظر آتا ہے؟ میں صحت کھا رہا ہوں کہ بیماری کھا رہا ہوں؟ بھائی! جب ہم کھانا کھاتے ہیں کھانا کھانے کے بعد کوئی بیمار ہو جاتا ہے (اللہ بیماریوں سے بچائے، بیماروں کو شفا دے) اگر ہمیں یہ پتہ ہوتا کہ جو روٹی میں کھا رہا ہوں یا پانی پی رہا ہوں۔ جو میرے سامنے چیز ہے اس کو کھانے کے بعد میں بیمار ہو جاؤں گا، تو میں کھاتا؟ میں نے تو دیکھا مادی رنگ میں کہ روٹی میرے سامنے آئی۔ پلاؤ قورمہ آیا، بس میں رگڑ گیا —— پتہ نہیں تھا کہ وہ کتنے غریبوں کا خون تھا، یتیموں کا خون تھا، بے کسوں کا مال تھا، کتنوں کی بددعائیں تھیں، وہ اندر جا کر قولنج کا سبب بن گئی، ذیابیطس کا سبب بن گئی، دق اور سل کا سبب بن گئی، پتھری کا سبب بن گئی، میں لمبا پڑ گیا۔ مجھے پتہ ہوتا کہ یہ کھانا کھانے سے میں بیمار ہو جاؤں گا تو میں کھاتا؟ مجھے کیا نظر آتا ہے؟ میں نے چاول کے دانے دیکھ لئے، اُس کی روح کو نہیں سمجھ سکا۔ یہ تو سمجھتے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کہ یہ کھانا حلال ہے یا حرام ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ شکلیں کبھی حرام ہوتی ہیں کبھی حقیقی طور پر حرام ہوتی ہیں۔ شکل بکری کی حلال ہے لیکن حقیقی طور پر بکری حرام بھی ہو سکتی ہے اگر بیگانہ مال ہو۔

(باقی آئندہ)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے

مولانا عبید اللہ سندھیؒ

چند مشاہدات

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا نام بچپن سے سنتا آیا تھا۔ ان کے علم و فضل اور مجاہدانہ کارناموں کا ذکر لوگ بڑے جوش و خروش سے کرتے تھے۔ اور ان کو سُن سُن کر دل میں جذبہ اور ولولہ اُٹھتا تھا کہ اے کاش مولانا اس زندگی میں کہیں مل جائیں اور ان کے دیدار سے شاد کام ہوں۔ آخر خدا نے دل کی یہ مراد پوری کی اور ۳۹ء میں اچانک سنا کہ مولانا تیئس۲۳ برس کی جلا وطنی کے بعد ہندوستان تشریف لا رہے ہیں اور جہاز سے کراچی اتر کر سیدھے دلی تشریف لائیں گے اب ایک ایک گھڑی گنتی شروع کر دی اور مولانا کی آمد کا سخت بے چینی سے انتظار ہونے لگا۔ آخر وہ دن بھی آگیا ہم سب لوگ مولانا کے استقبال کے لئے دلی اسٹیشن پر پہنچے۔ علماء اور ملک کے زعما جس طرح رہتے تھے۔ اس کے پیش نظر میں نے اس وقت مولانا کی نسبت جو تخیل قائم کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ سر پر عمامہ ہوگا، جبّہ زیب تن ہوگا، فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے ہونگے ایک خادم کم از کم ہمراہ ضرور ہوگا دو تین بھاری بھاری سوٹ کیس ایک بھاری بیڈنگ، دو تین تھرماس کی بوتلیں تین چار بھاری ناشتہ دان ساتھ ہونگے چہرہ پر تمکنت اور وقار ہوگا۔ لیکن جب ٹرین پہنچی تو یہ تمام تخیلات اوہام باطلہ ثابت ہو کر رہ گئے۔ لوگ پلیٹ فارم پر ادھر ادھر فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے درجوں میں گھورتے پھر رہے ہیں کہ اتنے میں دیکھا ایک صاحب ننگے سر صرف کھدر کا کرتہ اور پاجامہ پہنے اور ایک سفید کھدر کی چادر گلے میں ڈالے ہوئے ایک دم میں تھرڈ کلاس سے پھدک کر پلیٹ فارم پر آ کھڑے ہوئے پہچاننے والوں نے پہچانا۔ اور ان کی طرف لپکنا شروع کر دیا۔ معلوم ہوا کہ یہی مولانا عبید اللہ سندھیؒ ہیں سر اور داڑھی کے بال بالکل سپید تھے۔ عمر ۶۵ اور ۷۰ کے درمیان ہوگی۔ مگر جسم مضبوط اور گٹھا ہوا، آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیشانی پر مجاہدانہ عزم و ہمت کے کس بل، آواز میں طنطنہ اور چہرہ پر بزرگانہ معصومیت کے ساتھ ایک ایسا جلال کہ گویا ایک سپاہی ایک میدان جنگ سے منتقل ہو کر ایک دوسرے میدانِ جنگ کی طرف آگیا۔ اور اس نے ایک دوسرا اور نیا مورچہ سنبھال لیا ہے۔ لوگوں کو تلاش ہوئی کہ مولانا کا سامان اتاریں۔ مگر وہاں سامان کہاں تھا۔ جو کچھ مولانا کے جسم پر تھا۔ بس وہی ان کا سامان تھا۔ اور باقی خدا کا نام۔ میں نے دنیا میں علماء بھی دیکھے ہیں اور درویش بھی تارکین دنیا بھی دیکھے ہیں۔ اور کسانوں اور مزدوروں کے غم میں مرنے والے بھی لیکن دنیا اور اس کی چیزوں سے اس درجہ بے تعلقی بے نیازی اور مکمل قسم کا قلندر آج تک نہ کوئی دیکھا ہے! اور نہ شاید دیکھوں گا۔

دلی پہنچنے کے بعد مولانا نے ابتداءً قیام جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مہمان خانہ واقع قرول باغ میں کیا تھا۔ یہ جگہ میرے پڑوس میں تھی، اس لئے مغرب کے بعد اکثر مولانا کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی ایک روز میں مولانا کی خدمت میں حسب معمول حاضر ہوا کچھ دیر اِدھر اُدھر کی گفتگو ہوتی رہی۔ جب میں رخصت ہوا تو مولانا بھی ساتھ باتیں کرتے ہوئے کمرہ سے نکل آئے اور سڑک پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے اتنے میں دیکھا کہ ایک بڑی موٹر کار ہمارے پاس آ کر رکی موٹر کا دروازہ کھلا تو اس میں سے کراچی کے سیٹھ عبد اللہ ہارون باہر نکلے۔ انہوں نے مولانا کو سلام کیا۔ اور کہا کہ مولانا کراچی میں ایک ضروری کام ہے۔ جس کے لئے آپ کو میرے ساتھ کراچی چلنا ہوگا۔ مولانا نے پوچھا کب؟ سیٹھ صاحب نے کہا بس ابھی! سیٹھ صاحب کا یہ کہنا تھا۔ کہ مولانا فوراً لپک کر ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھ روانہ ہو گئے۔ نہ کمرہ میں واپس گئے۔ اور نہ وہاں سے کوئی چیز لی اور نہ کمرہ کا دروازہ بند کیا۔ میں ان کے اس انداز پر حیران رہ گیا مگر واقعہ یہ ہے۔ کہ مولانا اگر کمرہ میں واپس جاتے بھی تو لیتے کیا؟ وہاں ان کا سامان تھا ہی کیا؟ وہاں جو بستر پڑا ہوا تھا یا کچھ برتن رکھے ہوتے تھے۔ تو وہ جامعہ کے مہمان خانہ کے تھے مولانا کا کچھ نہ تھا۔

قرول باغ کے مہمان خانہ میں چند دن قیام فرمانے کے بعد مولانا جامعہ نگر اوکھلا میں منتقل ہو گئے۔ اس زمانہ میں مولانا کا معمول یہ تھا کہ جمعہ کی نماز پابندی کے ساتھ اوکھلے سے آ کر دلی کی جامع مسجد میں ادا کرتے تھے۔ جامع مسجد کے مغرب جنوب میں حکیم نابینا مرحوم کا مشہور مطب تھا۔ اور اس مطب سے بالکل متصل ہمارے ایک دوست مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی کا بڑا مکان تھا۔ جس کے ایک وسیع کمرہ میں ادارہ شرقیہ کے نام سے مولانا موصوف نے ایک تعلیمی ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ اس ادارۂ شرقیہ میں جمعہ کی نماز کے بعد سے لے کر عصر تک احباب کا اچھا خاصا اجتماع رہتا تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ بھی جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھے یہیں تشریف لاتے تھے اور عصر تک رہتے تھے۔ چند روز کے بعد ہم لوگوں کی درخواست پر مولانا نے اس مجلس میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کر دیا درس کی شکل یہ ہوتی تھی۔ کہ کتاب کی کوئی اہم بحث نکال لی۔ اور اس پر تقریر شروع کر دی۔ تقریر کے ختم ہونے کے بعد ہم لوگ سوال کرتے تھے۔ اور مولانا ان کے جوابات دیتے تھے۔ اس مجلس میں دیوبند کے فضلاء کی جو دلی میں مقیم تھے۔ وہ اور ان کے علاوہ جامعہ ملیہ کے کچھ اساتذہ اور چند اور ارباب علم شریک ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں ایک مرتبہ کیا ہوا؟

مولانا سندھیؒ حسب معمول اوکھلے سے دلی آئے - جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور پھر ادارۂ شرقیہ میں تشریف لاکر حسب معمول حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیا - اس وقت چہرے پر نہ تکان کا کچھ اثر تھا - نہ آواز میں کسی قسم کا اضمحلال اور ضعف - کمال بشاشت اور توانائی سے تقریر کی اور اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا - تو اس میں بھی پوری توجہ اور حاضر حواسی کے ساتھ حصہ لیا اتنے میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا تو ہم سب کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد مولانا رخصت ہوگئے - لیکن تھوڑی دیر کے بعد کسی ضرورت سے میں چتلی قبر کی طرف گیا - تو کیا دیکھتا ہوں - کہ مولانا ایک بھٹیارہ کی دکان پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں - کھانا بھی بہت معمولی یعنی دو آنہ کا سالن اور ایک آنہ کی روٹی میں نے کہا حضرت یہ بے وقت کھانا کیسا ؟ فرمایا

" اوکھلے میں کھانا تیار نہ تھا اگر انتظار کرتا تو جامع مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا - اس لئے کھانا کھائے بغیر ہی چلا آیا تھا "

یہ تو خیر ہوا ہی ، اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس واقعہ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے - یہ گرمیوں کے کسی مہینہ میں پیش آیا تھا - اور چونکہ مولانا کے پاس اوکھلے اور دلی کی آمد و رفت کا بس کا کرایہ ادا کرنے کے لئے پیسے نہ تھے - اس لئے اس روز مولانا سخت تپش اور گرمی کے عالم میں اوکھلے سے دلی آٹھ میل پاپیادہ آئے اور اسی طرح پاپیادہ واپس تشریف لے گئے - اس کے متعلق بھی مولانا نے نہ از خود ہم سے کچھ کہا اور نہ چہرہ دیکھ کر کوئی سمجھ سکا بلکہ جامعہ نگر کے ایک صاحب نے جو بس میں سفر کر رہے تھے - مولانا کو پیدل آتے ہوئے دیکھ لیا تھا - ان سے جب مجھ کو یہ معلوم ہوا - تو میں نے مولانا سے دریافت کیا - اور مولانا نے اس کی تصدیق کی - تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا - کہ چونکہ اس روز مولانا کو پیدل آنا تھا - اس لئے اوکھلے سے ان کو بہت پہلے روانہ ہونا تھا - اور اس وقت تک چونکہ کھانا تیار نہیں ہوا تھا - اس لئے دلی میں عصر کے بعد کھانا کھایا اور چونکہ جیب میں صرف تین آنہ پیسے تھے - جو بس کے کرایہ کے لئے کافی نہیں ہوسکتے تھے - اس لئے ان پیسوں سے کھانا کھایا اور اوکھلے سے دلی تک سفر پیدل کیا -

ایک مرتبہ میری موجودگی میں مولانا عتیق الرحمن صاحب عثمانی نے مولانا سے پوچھا کہ حضرت ! آپ نے اپنی زندگی میں کبھی نوکر بھی رکھا ہے ؟ " حسب عادت بپھر کر بولے مفتی جی ! آپ یہ کیا پوچھتے ہیں - کیا کوئی انسان بھی کبھی انسان کا نوکر ہوسکتا ہے - ہاں ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے - میری خدمت بھی میرے دوست احباب کرتے تھے - اور میں ان کی خدمت کرتا تھا - اسی نشست میں مفتی صاحب نے پوچھا حضرت ! تیس برس کی جلاوطنی کے زمانہ میں آپ پر عیش و مسرت کے بھی کچھ دن آئے ہیں ؟ فرمایا مفتی صاحب یقین کیجئے اس پوری مدت میں ایک شب بھی ایسی نہیں آئی ہے - جس میں میں چین و آرام سے سویا ہوں - ہندوستان پہنچنے پر تیس برس کے بعد میں پہلی مرتبہ سکون کی نیند سو سکا ہوں -

مولانا ہمیشہ ننگے سر رہتے تھے - ایک مرتبہ میں اور مولانا دلی کی جامع مسجد کے جنوبی دروازہ کے نیچے کھڑے ہوئے تھے - کہ میں پوچھ بیٹھا " مولانا آپ ہمیشہ ننگے سر رہتے ہیں - اس کی کیا وجہ ہے " فوراً لال قلعہ کی طرف اشارہ کرکے کچھ غصہ اور کچھ حسرت کے ملے جلے لہجہ کے ساتھ فرمایا " میری ٹوپی تو اسی دن سر سے اتر گئی جس دن کہ یہ لال قلعہ میرے ہاتھ سے نکل گیا - اب جب تک یہ مجھ کو نہیں مل جاتا میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ میں ٹوپی سر پر رکھوں "

مولانا کافی عمر رسیدہ تھے - عمر کا بڑا حصہ جلاوطنی کی تکالیف اور مصائب میں بسر کیا تھا - اور بے زر و سرمایہ تھے - لیکن حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفہ کی روشنی میں انہوں نے اس پر مسلسل غور و فکر کیا تھا - کہ اسلام کو دنیا کے موجودہ اقتصادی ، سماجی اور سیاسی حالات میں کس طرح ایک عالمگیر طاقت بنایا جائے جس کا کہ وہ دین فطرت ہونے کے باعث بجا طور پر مستحق ہے - اور جو اس کا طبعی حق ہے - اس سلسلہ میں مولانا نے اسلام کے اجتماعی ، اقتصادی اور سماجی نظام کا بڑی دقت نظر سے مطالعہ کیا تھا - اور دوسری جانب انہوں نے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں دنیا میں جو عظیم الشان صنعتی انقلاب ہوا اور اس انقلاب کے جو اثرات انسانی فکر و تخیل اور عام معاشرہ پر پڑ رہے ہیں - ان سب کا دیدہ وری اور عمیق بصیرت کے ساتھ جائزہ لیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے ایک نتیجہ پر پہنچ کر اپنا ایک مستقل فکر قائم کیا تھا - مولانا کا یہ فکر بڑا مستحکم اور غیر متزلزل تھا - اور اس پر ان کو کامل درجہ کا وثوق اور اعتماد تھا - جلاوطنی سے واپسی کے بعد ان کی زندگی کا سب سے بڑا اہم اور مقدس مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کے اس فکر کو سمجھیں اور اس کی بنیاد پر سوسائٹی کی از سر نو تشکیل و تعمیر کریں - چنانچہ انہوں نے وطن آنے کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں جو مضامین و مقالات لکھے اور جو رسالے تالیف کئے ان کے عمق اور ضخامت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں اپنی فکر کو عام کرنے اور اپنے ہم خیال پیدا کرنے کی کیسی دھن تھی - لیکن افسوس ہے - کہ مولانا کو اس میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی اس کی دو وجہیں ہیں - ایک تو یہ کہ مولانا جتنے بڑے مفکر اور مخلص تھے اتنے بڑے نہ تو مقرر تھے - اور نہ اتنے بڑے انشاء پرداز - بات بہت گہری اور پتہ کی کہتے تھے - مگر انداز بیان کچھ ایسا گنجلک اور اشتباہ انگیز ہوتا تھا - کہ بعض اچھے اچھے اہل علم اور مفکرین بھی ان سے بدظن ہوجاتے تھے - اور دوسری وجہ یہ ہے - کہ وہ اپنے فکر میں اس درجہ پختہ تھے - کہ کسی مسئلے پر بحث و گفتگو کے وقت ان کا لب و لہجہ درشت اور غیر مصالحانہ ہوجاتا تھا - مولانا خود بھی کبھی کبھی اس کا اعتراف

(باقی صـ۱۸ پر)

کرتے اور اس پر افسوس کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی بڑی تمنا اور آرزو تھی۔ کہ میں کسی طرح ان سے سبقاً سبقاً حجۃ اللہ البالغہ پڑھ لوں اور پھر ان کے اشارات کی روشنی میں 'حجۃ اللہ البالغہ' کی شرح اپنے الفاظ میں لکھ ڈالوں۔ اس اہم کام کے لیے ایسے ہیچمدان کا مولانا کی نظر میں انتخاب میری سب سے بڑی خوش قسمتی تھی۔ اس بناء پر میرے لئے کیا عذر ہوسکتا تھا۔ میں فوراً اس کے لئے آمادہ ہوگیا اور قرارداد یہ ہوئی کہ مولانا روزانہ مغرب کے بعد اوکھلے سے دلی آئیں گے۔ اور مسجد فتحپوری کے ایک حجرہ میں شب بھر قیام کریں گے۔ ادھر میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر اپنے مکان قرول باغ سے مسجد فتحپوری آجاؤں گا۔ اور وہاں مولانا مجھ کو دو تین گھنٹے درس دیں گے۔ دوسرے دن میں مولانا کی تقریر درس کو اپنے الفاظ میں قلمبند کرکے ان کو دکھا دونگا یہ قرارداد ہوچکی اور ابھی اس پر عمل شروع نہیں ہوا تھا کہ مولانا کو پنجاب کا سفر پیش آگیا۔ فرمایا کہ ایک ضروری کام سے جارہا ہوں۔ جلد واپس آجاؤنگا اور آتے ہی یہ پروگرام شروع ہو جائے گا۔ "آہ" کسے خبر تھی۔ کہ مولانا کا دلّی سے یہ سفر آخری سفر تھا۔ جس سے واپس آنا مقدر نہیں تھا۔ پنجاب اپنی صاحبزادی کے پاس گئے تھے۔ جو خانپور میں تھیں وہاں پہنچنے کے چند روز بعد ہی بیمار ہوئے اور اس قدر شدید کہ جانبری ممکن نہ ہوئی۔ اور واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہرحال جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ مشیت ایزدی میں کسی کو کیا مجال دم زدن ہے۔ آج مولانا دنیا میں نہیں ہیں۔ لیکن... اپنے پیچھے اپنی تحریروں کا جو گراں بہا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ وہ اس لائق ہے کہ اسلامیات کا ہر طالب علم اس کا غور و فکر سے مطالعہ کرے اس سے فکر کی نئی راہیں سامنے آئیں گی۔ اور تنازع للبقاء... کے موجودہ دور میں ایک ایسی روشنی ملے گی جو ہمت اور عزم پیدا کرے گی۔
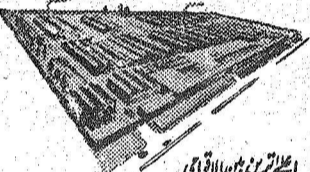
ضروری ہے۔ کہ ہر مصیبت یا پریشانی جو کسی انسان پر آتی ہے۔ اس کی اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے چنانچہ اس کو ہر گھڑی استغفار پڑھتے رہنا چاہئے۔ اپنے گناہوں اور نقائص پر استغفار کرنا بھی دراصل شکر اور صبر ہی ہے۔ اور اس سے بھی مسلمان کو بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر و شکر اور استغفار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرات محترم! جیسا کہ اوپر آیت مذکورہ کے معانی میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ اس لئے ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہیے اور آسانی کے انتظار کو عبادت تصور فرمائیے۔

بقیہ۔ مجلس ذکر

جائے گا۔

یہاں یہ بات بیان کر دینا بھی

مولانا عطاء اللہ بغدادی

جامعہ مسجد حنفیہ غلام نبی کالونی سمن آباد میں مورخہ ۲۵ر اگست ۱۹۶۷ء کو خطبہ جمعہ دیں گے۔

محمد افضل خاں ایڈووکیٹ سمن آباد، لاہور۔

جامعہ عربیہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ ملتان کا

سالانہ جلسہ

۱۶، ۱۷، ۱۸ر جمادی الآخر مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ر ستمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعرات، جمعہ، ہفتہ منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس سہ روزہ کانفرنس میں ملک کے مقتدر علماء کرام مشائخ عظام اور مشاہیر قرا حضرات شرکت کریں گے۔ علماء کرام کے اسماء گرامی اور مفصل پروگرام شائع کر دیا جائے گا۔

ابوالحسن قاسمی مہتمم جامعہ عربیہ تعلیم الابرار (رجسٹرڈ)

بقیہ : ایک نیا بل

ہر سال ہزاروں مسلمان جنتی مسلمان دوزخ کا ایندھن بنتے جارہے ہیں۔ جن کا حال کسی ہوش مند سے پوشیدہ نہیں ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اس کا قانون بنایا جانا چاہیئے۔ کہ اسلامی حکومت کے یہ اسلامی باغی مسلمانوں کی ذاتوں کے ڈاکو ہرگز اپنے مذہب کا کوئی پروپیگنڈہ نہیں کرسکتے ورنہ فلاں فلاں سخت سزاؤں اور ملک بدر کرنے کے مستحق ہوں گے

۲۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لئے اسکولوں اور کالجوں میں لامذہبی ماحول پیدا کیا نصابات میں بیدینی کو سمویا کہ مسلمان پڑھنے کے بعد نام کے مسلمان اور اندر سے کچھ اور بن جائیں یہ ایک سنگین زبردست خفیہ ڈاکہ ہے جو افراد اسلام پر آج تک مسلسل ڈالا جارہا ہے۔ سب غیر مذہب اور باطل فرقوں کی آماجگاہ یہی تو تعلیم یافتہ لوگ بن رہے ہیں۔ اور پھر سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ لامذہبیت بے دینی، بدعملی بدکرداری بداخلاقی دھوکہ فریب چالاکی عیاری اور ملک وقوم کے سارے عیب بچپن سے جنم پارہے ہیں۔ مگر کوئی اسلامی دردمند اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اپنا ملک اپنا نظام اپنا کام اب تو معاملہ برعکس ہونا چاہیے تھا۔ کہ دیندار ماحول دیندار نصاب یا دین آمیز نصاب بنتا۔ جس سے یہاں کے پڑھنے والے سچے پکے مسلمان بن کر نکلتے۔ ضرورت ہے۔ کہ ایسا قانون بنوایا جائے کہ کہ ہر ملازم دیندار نصاب پاک اور ناول فسانوں ڈراموں سے دور ہوسکے۔ اور ان حضرات سے ہی ملک کو پاک کرایا جائے۔

۳۔ سینماؤں نے چوریوں ڈاکوں بدمعاشیوں کے نت نئے طریقے سکھاوئیے ہیں۔ اخراجات بیحد بڑھ کر ہر تباہی کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ .... تمام ملک وقوم کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ ایسا قانون بن جائے۔ کہ ہر بدمعاشی بے پردگی چوری وغیر وغیرہ کی فلمیں بند ہوں۔ اگر سینما بالکل بند نہ ہو۔ اور ان کی اس حرام آمدنی کا خون منہ کو لگ گیا ہے۔ تو کم از کم یہ کہ ان میں صرف جہاد کی طرح طرح کی صورتیں دکھلائی جاسکیں اور ایسے واقعات پیش کئے جائیں جن سے مسلمان پکے مسلمان خوش معاملہ خوش اخلاق نیک بن سکیں

(باقی آئندہ)

بقیہ : ادارتی نوٹ

کے باوجود بھی اس کی صحت پر یقین نہیں آرہا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اس امر کا تصور ہی محال ہے۔ کہ کوئی مسلمان کسی مسجد کو منہدم کرکے اس کی جگہ کھیل کا میدان بنانے کا منصوبہ سوچ سکتا ہے۔ تاہم اگر ایسا ہوگیا ہے۔ تو فی الواقعہ لائل پور کی انتظامیہ کا یہ اقدام سخت افسوسناک، انتہائی بیجا اور دین کی صریح بے حرمتی ہے جس کی مملکت اسلامیہ میں قطعاً گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کی تلافی کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ انتظامیہ اس کی جگہ عالیشان مسجد اپنے نقشے کے مطابق تعمیر کردے۔

ہم حکومت مغربی پاکستان اور بالخصوص گورنر مغربی پاکستان عزت مآب جنرل موسیٰ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس سلسلے میں ذاتی دلچسپی لیں اور اس افسوسناک حادثہ کی تحقیقات کرائیں۔ اور اس حادثہ کے ذمہ دار افراد کی گوشمالی کے بعد پیپلز کالونی کے شایان شان مسجد کی تعمیر کا حکم صادر فرمائیں اس طرح وہ عند اللہ بھی ماجور ہوں گے۔ اور انشاء اللہ عند الناس بھی ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا۔

سیرت النبی کانفرنس

مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور میں ۸ ، ۹ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ ہفتہ کو سیرت کانفرنس منعقد ہورہی ہے جس میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور، مولانا غلام اللہ خاں صاحب، مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری، مولانا عبد العزیز صاحب بھٹی، سید امین گیلانی مرزا جانباز، صوفی احمد بخش چشتی شرکت کریں گے۔

عبد الحی عابد خطیب مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور

دعائے مغفرت

الحاج محکم الدین صاحب جو عرصہ سے منڈی روڑالہ روڈ کے مدرسہ انوار القرآن مسجد مکی میں کارکن اور خادم کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ تقریباً ایک سال بیمار رہنے کے بعد اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم زندگی میں آٹھ بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے جمعیت علمائے اسلام کے معاون بھی رہے۔ اور اپنے بیٹوں، پوتوں میں قرآن مجید کا ذوق پیدا کرگئے۔ قارئین سے درخواست ہے۔ کہ مرحوم کی مغفرت کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائیں۔

حکیم بابا سلطان احمد چک ۲۸۲ گ ب کوٹ شاہد ضلع لائلپور

تیسری سالانہ سیرت کانفرنس

جمعیتہ علماء اسلام سرگودھا کے زیر اہتمام تیسری سالانہ سیرت کانفرنس بتاریخ یکم ۔۲۔۳ ستمبر ۱۹۶۷ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہورہی ہے جس میں مندرجہ ذیل علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرمادیں گے۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی امیر مرکزی جمعیتہ علمائے اسلام پاکستان ۔مفکر اسلام قائد جمعیتہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نائب امیر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان خطیب اسلام حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ناظم عمومی جمعیتہ علماء اسلام پاکستان ۔حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور نائب امیر جمعیتہ علماء اسلام پاکستان اور دیگر مقتدر علماء کرام

محمد صادق ۔ دفتر جمعیتہ علماء اسلام سرگودھا۔

جامعۃ المبلّغین

پاکستان بھر میں اپنی نوعیت کی وہ واحد دینی درسگاہ ہے جس میں ضروریاتِ دین کی تعلیم (جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و زن پر فرض ہے) سہل، آسان اور عام فہم کتابوں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ وہ شائقین و طالبین علومِ دینیہ، جو کسی وجہ سے درسِ نظامیہ پڑھنے اور عمرِ عزیز کے دس بارہ برس وقف کرنے سے معذور ہیں۔ جامعہ ہذا کا مجوّزہ دو سالہ نصاب پڑھنے کے بعد اچھے خاصے عالمِ دین اور سحر بیان خطیب بن سکتے ہیں۔ آج اصلاح معاشرہ و تبلیغ اسلام کے لئے سب سے زیادہ جادو بیان مبلّغین ہی کی ضرورت ہے۔

جامعہ ہذا کا یہ نصابِ تعلیم ملک کے بہترین دماغوں اور ماہرینِ تعلیم کا مرتب کردہ ہے۔ جسے اکابر علمائے دین کی تائید حاصل ہے۔ اس کی تعلیم کے بعد مطالعہ کی اہلیت پیدا ہوجاتی اور از خود مطالعہ کرکے اپنے علم میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ جامع ہذا کے فارغ التحصیل طلباء جامع المساجد کے لئے بہترین خطیب ثابت ہوں گے۔ کیونکہ :-

● فاضل اساتذہ تعلیم کے علاوہ طلباء کی اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھتے، عربی بول چال کی مشق اور خطابت کے ڈھنگ بھی سکھاتے ہیں ● ملک کے ممتاز ممتحن حضرات تقریری و تحریری طور پر سالانہ امتحان لیا کریں گے اور دو سالہ امتحانات میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کو سندِ فراغت بھی دی جائے گی۔

● طلباء سے کسی قسم کا معاوضہ یا فیس نہیں لی جاتی۔ بلکہ ان کی خوراک، رہائش اور دیگر ضروریات فی سبیل اللہ پوری کی جاتی ہیں ● امسال صرف پچیس ۲۵ طلباء کی گنجائش ہے ● علمائے کرام کے بچوں کو ترجیح دی جائے گی —

درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجیں۔

عبد الرحمٰن جامی مہتمم جامعۃ المبلغین بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ

بقیہ:- احادیث الرسول

اور مشایخ سے منقول ہے کہ یہ شیطان کے لئے کوڑا ہے۔ اور جنید بغدادی نے فرمایا۔ کہ ہم اس کے ذریعہ سے خدا تک پہنچے تو پھر اس کو کیوں چھوڑیں۔ (واللہ اعلم)

بقیہ:- بچوں کا صفحہ

اٹھی اور عیسائی اور یہودی عالموں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے مسلمانوں کی اندرونی کمزوریوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی معتزلہ کی سرگرمیاں ایک طرف تھیں۔ جو مسلمانوں کے لئے خطرہ ایمان تھیں دوسری طرف علماء سوء اور نام نہاد صوفی لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔ بغداد میں بدکاری فسق و فجور زوروں پر تھا خلافت بغداد ڈانواڈول تھی۔ سلجوقی آپس میں لڑ رہے تھے عباسی خلیفہ برائے نام تھا۔ اور باطنی تحریک نے ملک میں اودھم مچا رکھا تھا۔ اس قسم کے حالات تھے۔ جب کہ حضرت شیخ جیلانی نے ۴۹۶ھ میں علوم کی تکمیل کی۔ بغداد میں خلیفہ مستظہر باللہ کی حکومت تھی۔ ان غیر ساز گار حالات میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل کے بعد کتاب و سنت کی ترویج کے لئے میدان میں اترے۔ ماشاء اللہ شریعت اور طریقت پر عبور تو حاصل تھا اپنی حق گوئی اور شیریں بیانی کی بدولت آپ کے وعظ مقبول عام ہوگئے۔ آپ نے ذاتی یا جماعتی کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور خوب وعظ پر وعظ کہنے شروع کئے۔ چنانچہ اطراف و اکناف سے خلقت جوق در جوق آنے لگی آپ کی مجلس میں ہر وقت تانتا بندھا رہتا۔ مدرسہ کی جگہ عید گاہ کے کھلے میدان کو آپ نے مرکز بنایا بسا اوقات آپ کی مجلس میں لوگوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی چنانچہ یہ سلسلہ مواعظ حسنہ پورے چالیس برس تک جاری رہا۔ آپ کے وعظ کا اثر یہاں تک ہوتا کہ کئی غیر مسلم بھی کلمہ شہادت پڑھ لیتے آپ کے خطبے حقائق ......

پر مشتمل ہوتے اور مجلس پر مکمل خاموشی طاری ہو جاتی اس طرح آپ بیک وقت ظاہری اور باطنی فیض سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے لکھا ہے۔ کہ ایک لاکھ سے زائد بد اعتقاد لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور ہزارہا یہود عیسائی دائرہ اسلام میں آئے عام مسلمانوں کی تعداد تو کئی لاکھ تک تھی۔

کبھی تو آپ باطل کے مورچوں پر عوامی خطبات دیتے اور دوسری طرف درس و تدریس اور فتویٰ نویسی سے اقامت دین کی کوشش فرماتے۔ اس طرح چند ہی سالوں کے اندر آپ کے تلامذہ عراق عرب شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے آپ کے اکابر تلامذہ میں سے بڑے بڑے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام گزرے ہیں۔ در اصل احیاء دین ہی آپ کا اصل کارنامہ ہے۔ جس کے لئے آپ زندگی بھر کوشش فرماتے رہے۔ اور کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اسی لئے لوگوں نے آپ کو "محی الدین" (دین کو زندہ کرنے والا) کا خطاب دیا۔

آپ نہایت خوش اخلاق بلند حوصلہ اور نرم مزاج واقع ہوئے تھے غریب اور کمزور کی دستگیری فرماتے اور امراء و وزرا سے ہمیشہ استغناء برتتے بلکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے خلفاء اور وزراء کسی کی پروا نہ کرتے مریضوں کی عیادت غریبوں پر شفقت اپنے ایثار و سخاوت عفو و کرم اور رقت قلب کی بدولت دین کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا۔ کہ اکثر نئے کپڑے بنواتے رہتے کیونکہ جب کبھی کوئی کپڑا مانگتا تو آپ اپنا نیا لباس اتار کر دے دیتے آپ کا دروازہ غرباء اور مساکین کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ لیکن یہ جمالی کیفیت صرف غربا اور مساکین کے لئے ہوتی تھی۔ اگر کہیں امراء اور وزراء سے واسطہ پڑتا تو آپ کا جلالی رنگ ایسا غالب آتا۔ کہ خلیفہ تک تھر تھرا اٹھتے اور دم بخود رہ رہ جاتے آپ کی کرامات بے شمار ہیں میرے نقطۂ نظر سے سب سے بڑی کرامت اور سب سے بڑی عظمت

از محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل سکول بہاولپور

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالقادر نام ابو محمد کنیت اور آپ کا لقب محی الدین ہے۔ لیکن عام مسلمانوں میں غوث اعظم کے نام سے معروف ہیں واقعی جیسا کہ نام اور لقب سے ظاہر ہے آپ نے زندگی بھر عبدیت اور دین کے احیاء کا پورا پورا حق ادا کیا ویسے خاندان کے لحاظ سے نجیب الطرفین ہیں یعنی ماں اور باپ دونوں طرف سے شجرہ نسب حضرت علی سے جا ملتا ہے۔ گویا آپ والد کی طرف سے حضرت حسن رضؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت حسین رضؓ کی اولاد سے ہیں چونکہ آپ کی ولادت علاقہ گیلان میں ہوئی اور عربی میں گیلان کو جیلان کہتے ہیں۔ اس لئے آپ کو گیلانی یا جیلانی کہا جاتا ہے۔

آپ کی ولادت ابتداء رمضان المبارک ۴۷۱ھ میں ہوئی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ آپ پیدائشی ولی تھے۔ چنانچہ آپ رضاعت کی عمر میں سحری سے افطاری تک والدہ کی چھاتی سے دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ آپ کی دوسری کرامت یہ ہے کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب آپ کے والدین اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی والدہ کی عمر ۶۰ سال کی ہو چکی تھی۔ یہ ایک طرف صالح والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اور دوسری طرف خود حضرت کی کرامت پر دال ہے حضور پاک صلعم کی طرح آپ کم سنی ہی میں یتیم ہو گئے۔ آپ کے نانا نے جو ایک ولی اللہ تھے آپ کی تربیت کی اور ماں کی مامتا نے بھی پدرانہ شفقت کے ساتھ بچے کی نگہداشت کی آپ کے نانا نے بھی تاڑ لیا کہ ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی
مے تافت ستارۂ بلندی

جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لئے مقامی مکتب میں بٹھا دیا جہاں آپ نے ابتدائی کتب نہایت محنت اور کاوش سے تھوڑے ہی عرصہ میں پڑھ لیں۔ قرآن شریف بھی آپ نے بچپنے میں ہی یاد کر لیا کھیل کود سے آپ کو بچپن سے ہی نفرت تھی اس لئے جیلان کے مکتب کی تعلیم ختم کر کے آپ نے تحصیل علم کے لئے بغداد جانے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کی والدہ محترمہ نے باوجود بیوگی اور ضعیفی .... بخوشی خاطر اجازت دی۔ اور باپ کے ترکہ سے چالیس دینار حوالے کئے اور نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا۔ پاکباز اور ہونہار بیٹے نے فوراً عرض کیا کہ میں صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ آپ کی نصیحت پر عمل کروں گا۔ سفر بغداد میں آپ کی راست گوئی سے متاثر ہوکر بدمعاش بھی نیک بن گئے۔ بغداد کی زمین نے آپ کے قدم چومے تو آپ پر فاقے پر فاقہ گزرنے لگا لیکن آپ نے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔ اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوگئے۔ جو علوم و فنون کا اسلامی مرکز تھا آپ نے نہ صرف اس وقت کے اساتذہ اور آئمہ سے خوب فائدہ اٹھایا بلکہ اولیاء کرام کی صحبت سے بھی استفادہ کیا ماشاء اللہ ان دنوں بغداد علم کا سرچشمہ تھا۔ تو آپ نے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام سے متواتر آٹھ سال تک خوب فیض حاصل کیا ایک دفعہ بھوک سے اتنا تنگ ہوئے کہ زمین پر لیٹ گئے اور نفس کو سمجھانے لگے۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا جس کے معنی ہیں بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ آپ کے زمانہ طالب علمی میں قحط پڑے مصیبتیں آئیں روٹی کے بجائے پانی اور سبز پتے کھانے پڑے لیکن آپ نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا اور تحصیل علم سے کبھی گریز نہیں کیا اسی طرح متواتر آپ آٹھ سال تک تحصیل علم میں مصروف رہے۔ لیکن آپ اعتراف فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اللہ کے ہاں سے مجھے غائبانہ امداد ملتی رہی۔ شریعت کے علوم ختم کرنے کے بعد آپ نے طریقت کے علوم سیکھے چنانچہ شیخ حمادؒ جیسے بزرگوں کی خدمت میں پہنچنا بھی تائید غیبی تھی جس کا اعتراف آپ خود فرماتے ہیں آپ نے اپنے پیر طریقت کے فرمان کے مطابق ایک عرصہ تک خوب محنت اور ریاضت کی اور طرح طرح کی آزمائشوں میں پورے اترنے کے بعد اپنے شیخ سے اجازت لے کر حج کا ارادہ کیا آپ پہلا حج عین عالم شباب میں تھا۔ اس سفر میں بھی آپ کو کئی اللہ والوں کی صحبت نصیب ہوئی۔ حج کے سفر کے دوران میں بھی آپ کو بیشمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ مشکلات مالی جسمانی اور ذہنی تھیں۔ لیکن آپ اتنے مستقل مزاج اور مشقت پسند ہو چکے تھے۔ کہ اللہ کے فضل سے آپ نے سب مشکلات پر قابو پا لیا۔ اسی ضمن میں آپ کی استقامت قابل صد ستائش ہے حج سے فارغ ہوکر آپ اپنے دوسرے پیر طریقت حضرت قاضی ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس طرح پچیس ۲۵ سال تک عمر پہنچنے تک علم ظاہری اور باطنی حاصل کرتے۔ تو آپ کے دوسرے پیر طریقت ابوسعیدؒ نے فرمایا کہ اس جوان کے کمالات علمی ... تمام اولیاء اللہ ... میں ممتاز ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے خرقہ ولایت اور علمی سندات حاصل کر کے احیائے دین کی طرف متوجہ ہوئے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے آپ کی ولادت کے وقت دنیائے اسلام میں انتشار تھا اور مسلمانوں کی اجتماعی قوت فرقہ بندی کا شکار ہو چکی تھی بدعات اور غیر اسلامی اعتقادات کا زور تھا اور بے دینی اور جبر و استبداد کا دور دورہ تھا۔ چنانچہ اس موقعہ سے غیر مسلم اقوام خوب فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ عین اس تاریکی میں آپ کا وجود مبارک رحمت خداوندی ثابت ہوا اور اس نورانی آفتاب سے اسلامی دنیا جگمگا

(باقی ص ۱۸)

چیف ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۲-۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا